مَرد و زَن کی نماز میں فرق؟

تحریر

مولانا محمد حنیف منجاکوٹی

تقدیم، مراجعہ ، تہذیب

ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور

http://www.quransunnah.com

❖ نامِ کتاب: مردوزن کی نماز میں فرق؟
❖ مصنّف: مولانا محمد حنیف منجا کوٹی
❖ تقیم ومراجعہو تہذیب: شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین حفظہٗ اللہ
❖ کمپوزنگ: ابوصفیہ شاہد ستار
❖ کور ڈیزائین: افضال احمد اعظمی
❖ طبع اوّل: ۱۴۲۵ھ ، ۲۰۰۴ء
❖ تعداد:
❖ ناشر: توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

❖ ہندوستان میں ملنے کے پتے ❖

1-توحید پبلیکیشنز، ایس.آر.کے.گارڈن
فون:۲۶۶۵۰۶۱۸،
بنگلور۔۰۴۱ ۵۶۰
2-چار مینار بک سنٹر
چار مینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور۔۰۵۱ ۵۶۰
3-میسور،فون:۲۴۹۲۱۲۹

1-Tawheed Publications,
S.R.K.Garden,
Phone # 26650618
BANGALORE-560 041
2-Charminar Book Center
Charminar Road,
Shivaji Nagar,
BANGALORE-560 051
3-Tel:2492129,Mysore.

Contact:Emailto:tawheed_pbs @hotmail.com

ام کتاب	مردوزن کی نماز میں فرق؟
صنّف	مولانا محمد حنیف منجاکوٹی
قیم ومراجعہو تہذیب	شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین حفظہ اللہ
مپوزنگ	ابوصفیہ شاہد ستار
کور ڈیزائین	افضال احمد اعظمی
طبع اوّل	۱۴۲۵ھ ، ۲۰۰۴ء
عداد	
اشر	توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

❖ ہندوستان میں ملنے کے پتے ❖

1-Tawheed Publications,
S.R.K.Garden,
Phone # 26650618
BANGALORE-560 041
2-Charminar Book Center
Charminar Road,
Shivaji Nagar,
BANGALORE-560 051
3-Tel:2492129,Mysore.

وحید پبلیکیشنز، ایس. آر. کے. گارڈن
ن:۲۶۶۵۰۶۱۸،
ر-۵۶۰ ۰۴۱
چارمینار بک سنٹر
مینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور-۵۶۰ ۰۵۱
یسور، فون:۲۴۹۲۱۲۹

Contact:Emailto:tawheed_pbs @hotmail.com

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نمازِ مقبول ومسنون وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے عین مطابق ادا کی جائے اور نبی اکرم ﷺ کا بتایا ہوا مکمل طریقۂ نماز کُتبِ حدیث میں پوری طرح محفوظ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص نماز کے سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی کرنا چاہے تو اسکا وہ فعل ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے۔

بعض لوگ صحیح احادیث سے ثابت شدہ مسائل کو بھی اپنی عقل وقیاس کی سان پر چڑھانے سے باز نہیں آتے یا پھر اپنے مخصوص نظریات کو سنبھالا دینے کیلئے صحیح احادیث کو نظر انداز کر کے یا انکی کوئی الٹی سیدھی تاویل کر کے انھیں پسِ پشت ڈال دیتے ہیں اور اپنے نظریات پر عمل پیرا ہو جاتے اور دوسروں کو بھی لگاتے پھرتے ہیں۔ اور اپنے اس عمل کو سہارا دینے کیلئے ذخیرۂ حدیث میں سے کچھ روایات بھی نکال لیتے ہیں، اگرچہ اُن روایات کو محدّثینِ کرام نے نا قابلِ عمل ہی کیوں نہ قرار دے رکھا ہو۔ اور کبھی ایسا کر گزرتے ہیں کہ عام حالات کے کسی مسئلہ کو نظر انداز کر کے زندگی میں کبھی کبھار پیش آنے والی استثنائی صورت کو سامنے رکھ کر محض اپنے نظریات کو سنبھالا دینے کیلئے لوگوں کو بہکاتے پھرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دوسرے شخص نے محض تعصّب میں آ کر ایک ماہانہ پرچے میں کیا ہے اور انہی متعصّب وتنگ نظر لوگوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا
ن سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ
، اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .

ین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نمازِ مقبول ومسنون وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے عین
ق ادا کی جائے اور نبی اکرم ﷺ کا بتایا ہوا مکمل طریقۂ نماز کُتبِ حدیث میں پوری طرح
ظ ہے۔لہٰذا اگر کوئی شخص نماز کے سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی کرنا چاہے تو اسکا وہ
، ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے۔

بعض لوگ صحیح احادیث سے ثابت شدہ مسائل کو بھی اپنی عقل وقیاس کی سان پر
مانے سے باز نہیں آتے یا پھر اپنے مخصوص نظریات کو سنبھالا دینے کیلیئے صحیح احادیث کو
انداز کر کے یا انکی کوئی الٹی سیدھی تأویل کر کے انھیں پسِ پشت ڈال دیتے ہیں اور اپنے
یات پر عمل پیرا ہو جاتے اور دوسروں کو بھی لگاتے پھرتے ہیں۔اور اپنے اس عمل کو سہارا
نے کیلیئے ذخیرۂ حدیث میں سے کچھ روایات بھی نکال لیتے ہیں، اگرچہ اُن روایات کو محدّثینِ
م نے ناقابلِ عمل ہی کیوں نہ قرار دے رکھا ہو۔اور کبھی ایسا کر گزرتے ہیں کہ عام حالات
سی مسئلہ کو نظر انداز کر کے زندگی میں کبھی کبھار پیش آنے والی استثنائی صورت کو سامنے رکھ کر
ں اپنے نظریات کو سنبھالا دینے کیلیئے لوگوں کو بہکاتے پھرتے ہیں۔جیسا کہ ایک دوسرے
ں نے محض تعصّب میں آ کر ایک ماہانہ پرچے میں کیا ہے اور انہی متعصّب وتنگ نظر لوگوں

سے بعض شیطان کی سفارت کاری ونمائندگی کرتے ہوئے لوگوں کو نبی ﷺ کی احادیث سے ہٹا کے غیر نبی کے اقوال پر لگانے کے درپے رہتے ہیں اور صرف اسی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ نبی ﷺ کی احادیث کو پڑھنے اور پڑھانے والوں کے خلاف بدزبانی کرنے سے بھی باز نہیں آتے اور اپنے زعمِ علم کی ڈھینگیں مارتے نہیں تھکتے۔اللہ تعالیٰ قرآن وسنّت پر عمل کرنے والوں اور متلاشیانِ حق وہدایت کو ایسے شرّ انگیز ابالسہ کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔آمین

کچھ ایسا ہی معاملہ دیگر کئی مسائل کی طرح ''مردوزن کی نماز میں فرق؟'' کا بھی ہے۔اور ایسی ہی ایک مخصوص نظریہ کی حامل تحریر کے جواب میں مولانا محمد حنیف منجاکوٹی نے قلم اٹھایا اور یہ مقالہ لکھا جو اپنے اندر متلاشیانِ حق اور اہلِ علم وعقل کیلیئے عبرت کا سامان لیئے ہوئے ہے۔ [1]

مقالے کی افادیّت کے پیشِ نظر ہم نے اسکا مراجعہ وتہذیب کی اور اب اسے مولانا موصوف کے شکریہ کے ساتھ مکتبہ کتاب وسنّت اور توحید پبلیکیشنز کی طرف سے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ اسکے مصنّف ومقدّم اور تمام معاونین کیلیئے ثوابِ دارین کا ذریعہ بنائے۔آمین

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ	والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
۱۰ نومبر ۲۰۰۳ء	ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
	ترجمان سپریم کورٹ، الخبر
	وداعیہ متعاون مراکزِ دعوت وارشاد
	الدمام، الخبر، الظہران (سعودی عرب)

---

[1] یہ مقالہ ہفت روزہ جریدہ ترجمان دہلی، جلد ۲۲ کے شمارہ ۳۴ تا ۳۹، تاریخ ۲۳ اگست تا ۱۶ ستمبر ۲۰۰۲ء بمطابق ۱۳ جمادیٰ الآخرۃ تا ۴ رجب ۱۴۲۳ھ میں تین قسطوں میں شائع ہوا تھا۔(ابوعدنان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرد وزن کی نماز میں فرق؟

عرضِ مؤلّف

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوااللّٰه وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَاللّٰهَ كَثِيْراًo﴾ (سورة الاحزاب:۲۱)

''(مسلمانو!) تمہارے لیئے اللہ کے رسول (کی ذات) بہترین نمونہ ہے، جو بھی اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہو۔''

اس آیتِ کریمہ میں تمام مسلمان مرد وزن کو بتلایا جارہا ہے کہ دنیا میں جو بھی عمل کرنا ہو، اُس میں اللہ کے رسول ﷺ کی اتّباع کا خیال رکھو۔ نماز تمام اعمال میں ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے اور اسے دینِ اسلام کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح کہ دوسرے اعمال میں اللہ کے رسول ﷺ بہترین نمونہ ہیں، ایسے ہی نماز پڑھنے کی ہیئت، کیفیت اور کمیّت میں بھی اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے لیئے نمونہ سمجھنا چاہیئے، جیسا کہ خود آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے نماز پڑھتے اور آخر میں فرماتے ہیں:

((اِنِّيْ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْابِيْ وِلِتَعْلَمُوْ اصَلٰوتِيْ)) [۲]

''بے شک یہ میں نے اس لیئے کیا تاکہ تم لوگ میری اقتداء کرو اور میری نماز کا طریقہ سیکھو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ نمازِ محمدی سیکھ کر اُسی کے

[۲] صحیح بخاری، ۱/۴۰

مرد وزن کی نماز میں فرق؟

عرضِ مؤلّف

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوااللّٰه وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَاللّٰه كَثِيْرًاo﴾ (سورة الاحزاب:۲۱)

''(مسلمانو!) تمہارے لیئے اللہ کے رسول (کی ذات) بہترین نمونہ ہے، جو بھی اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہو۔''

اس آیتِ کریمہ میں تمام مسلمان مرد وزن کو بتلایا جا رہا ہے کہ دنیا میں جو بھی عمل کرنا اُس میں اللہ کے رسول ﷺ کی اتّباع کا خیال رکھو۔ نماز تمام اعمال میں ایک امتیازی ت رکھتی ہے اور اسے دینِ اسلام کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح کہ دوسرے اعمال میں کے رسول ﷺ بہترین نمونہ ہیں، ایسے ہی نماز پڑھنے کی ہیئت، کیفیّت اور کمیّت میں بھی کے رسول ﷺ کو اپنے لیئے نمونہ سمجھنا چاہیئے، جیسا کہ خود آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر بہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے نماز پڑھتے اور آخر میں فرماتے ہیں:

((اِنَّنِیْ اِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَاْتَمُّوْابِیْ وِلِتَعْلَمُوْ اصَلٰوتِیْ))[۲]

''بے شک یہ میں نے اس لیئے کیا تاکہ تم لوگ میری اقتداء کرو اور میری نماز کا طریقہ سیکھو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ نمازِ محمدی سیکھ کر اُسی کے

[۲] یح بخاری، ۱/۴۰

مطابق نماز پڑھیں۔ یہ حکم ہر مسلمان کے لیئے ہے، خواہ مرد ہو یا عورت۔ اِسی طرح رسولُ اللہ ﷺ کا وہ حکم بھی عام ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((صَلُّوْ اكَمَا رَاَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ)) [۳]

''نماز ایسی پڑھا کرو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

اِن احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امتِ محمدی کے ہر فرد پر محمدٌ رّسولُ اللہ ﷺ کی اتّباع کرتے ہوئے نماز پڑھنا لازم ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض لوگوں نے عورتوں کو اتّباعِ نبوی ﷺ سے محروم کر رکھا اور ان کے لیئے الگ طریقۂ نماز ایجاد کیا ہوا ہے جس پر شریعت سے کوئی دلیل نہیں۔ ہاں جہاں بعض احکام میں شریعت نے عورتوں کو مردوں سے الگ کیا ہے وہاں تو الگ ہی رکھنا چاہیئے۔ لیکن اس میں ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت موجود ہو جیسا کہ پردے کا مسئلہ ہے۔ عورتوں کے لیئے اپنا سر ڈھانپنا ضروری ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَايَقْبَلُ اللّٰهُ صَلوٰةَ حَائِضٍ إلَّا بِخِمَارٍ)) [۴]

''اللہ تعالیٰ بالغہ کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں کرتا''۔

لیکن مرد کا سر اگر نماز میں ننگا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔[۵]

اسی طرح مردوں کا فرض نمازوں کے لیئے مسجد میں آنا ضروری ہے، لیکن عورتوں پر مسجد جانا فرض نہیں ہے، ان کی نماز گھر میں زیادہ افضل ہے۔[۶]

اسی طرح اگر عورت عورتوں کی امامت کرائے تو وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی مردوں کی طرح آگے نہیں۔[۷]

لیکن مرد امامت کراتے وقت آگے کھڑا ہوگا۔[۸]

[۳] صحیح بخاری:۱/ ۸۸ [۴] ابوداؤد:۱/۹۴

[۵] تفصیل کیلئے دیکھیئے ہماری کتاب: ''ٹوپی وپگڑی سے یا ننگے سر نماز؟'' مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنّت ریحان چیمہ وتوحید پبلیکیشنز، بنگلور ومکتبہ ابنِ حجر بھٹکل۔ (ابوعدنان)

[۶] بخاری:۱/ ۸۹، مسلم ۱/ ۲۳۲ [۷] بیہقی:۱/ ۱۳۱ [۸] بخاری ومسلم وسننِ اربعہ

اسی طرح مرد نماز میں امام کے بھولنے پر سُبْحَانَ اللّٰہ کہے اور عورت ایک ہاتھ پر دوسرے ہاتھ کی پُشت مارے۔[9]

الغرض جہاں بھی مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق صحیح احادیث سے ثابت ہو وہاں تو فرق کرنا چاہیئے۔لیکن جہاں فرق کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو وہاں عورتیں بھی مردوں کی طرح نماز پڑھیں گی،البتہ بعض لوگوں نے اپنی رائے سے عورتوں کے لیئے مردوں کی نماز سے کچھ الگ احکام نکالے ہیں۔جن پر کوئی صحیح دلیل تو ہے نہیں، اس لیئے اُن لوگوں نے بڑی محنت اور کوششوں سے ضعیف اور کچھ بے بنیاد دلائل ڈھونڈ نکالے ہیں۔جیسے ایک صحیح حدیث سے دلیل لی جاتی ہے ایسے ہی اُن ضعیف روایات کو بنیاد بنا کر حنفی مسلک کے بعض علماء نے اس مسئلے پر کتابیں لکھ ماری ہیں۔

کچھ عرصہ قبل جناب عبدالعظیم حسن زئی صاحب نے راقم کو ایک تحریر دی اور مطالبہ کیا کہ اس کا مفصّل جواب لکھیں۔تحریر میں صاحبِ مضمون نے ایسی روایتیں جمع کی تھیں جن میں کچھ صحیح روایتیں بھی تھیں،لیکن وہ ان کے مدّعا کی دلیل نہیں تھی اور اکثر ضعیف یا موضوع روایات یا پھر اقوال النّاس تھے،لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ اس تحریر کے جواب میں کچھ وضاحت اور تفصیل سے ایک تحریر لکھوں تا کہ اُن ضعیف اور منگھڑت روایات سے کوئی دھوکہ نہ کھائے۔چونکہ صاحبِ تحریر نے اپنا نام نہیں لکھا اس لیئے ان کی دلیل لکھتے وقت احناف لکھ کر دلیل ذکر کروں گا اور اس کا جواب لکھتے ہوئے اہلِ حدیث لکھ کر اس کا جواب لکھوں گا تا کہ دونوں طرف سے دلائل کی حقیقت معلوم ہو جائے۔(۱۰) اللہ سے دعاء ہے کہ اس تحریر کو اللہ تعالیٰ راقم کے لیئے صدقۂ جاریہ بنائے۔(آمین)

محمد حنیف منجاکوٹی

---

[9] مسلم:۱/۱۸۰،ابن ماجہ:۱/۷۳

[10] ہم نے موجودہ ایڈیشن میں چند کلمات کے اضافہ کے ساتھ انھیں (احناف کی ---دلیل) اور (اہلِ حدیث کا جواب) کر دیا ہے۔(ابوعدنان)

اسی طرح مرد نماز میں امام کے بھولنے پر **سُبْحَانَ اللّٰہ** کہے اور عورت ایک ہاتھ پر
 رے ہاتھ کی پُشت مارے۔[9]

الغرض جہاں بھی مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق صحیح احادیث سے ثابت ہو وہاں تو
ں کرنا چاہیئے۔ لیکن جہاں فرق کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو وہاں عورتیں بھی مردوں کی طرح نماز
ں گی، البتہ بعض لوگوں نے اپنی رائے سے عورتوں کے لیئے مردوں کی نماز سے کچھ الگ
م نکالے ہیں۔ جن پر کوئی صحیح دلیل تو ہے نہیں، اس لیئے اُن لوگوں نے بڑی محنت اور
شوں سے ضعیف اور کچھ بے بنیاد دلائل ڈھونڈ نکالے ہیں۔ جیسے ایک صحیح حدیث سے دلیل
اتی ہے ایسے ہی اُن ضعیف روایات کو بنیاد بنا کر حنفی مسلک کے بعض علماء نے اس مسئلے پر
بیں لکھ ماری ہیں۔

کچھ عرصہ قبل جناب عبدالعظیم حسن زئی صاحب نے راقم کو ایک تحریر دی اور مطالبہ
کہ اس کا مفصّل جواب لکھیں۔ تحریر میں صاحبِ مضمون نے ایسی روایتیں جمع کی تھیں جن
کچھ صحیح روایتیں بھی تھیں، لیکن وہ ان کے مدّعا کی دلیل نہیں تھی اور اکثر ضعیف یا موضوع
ات یا پھر اقوال النّاس تھے، لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ اس تحریر کے جواب میں کچھ
حت اور تفصیل سے ایک تحریر لکھوں تا کہ اُن ضعیف اور منگھڑت روایات سے کوئی دھوکہ نہ
ئے۔ چونکہ صاحبِ تحریر نے اپنا نام نہیں لکھا اس لیئے ان کی دلیل لکھتے وقت احناف لکھ
لیل ذکر کروں گا اور اس کا جواب لکھتے ہوئے اہلِ حدیث لکھ کر اس کا جواب لکھوں گا تا کہ
ں طرف سے دلائل کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ (۱۰) اللہ سے دعاء ہے کہ اس تحریر کو اللہ
ں راقم کے لیئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ (آمین)

محمد حنیف منجاکوٹی

م: ۱/۱۸۰، ابن ماجہ: ۱/۳۷

م نے موجودہ ایڈیشن میں چند کلمات کے اضافہ کے ساتھ انھیں (احناف کی ۔۔۔ دلیل) اور (اہلِ
ث کا جواب) کر دیا ہے۔ (ابوعدنان)

❶ رفع الیدین (ہاتھ اٹھانے) میں فرق

احناف کی پہلی دلیل:

حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اے وائل ابن حجر! جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کاندھوں تک اٹھاؤ اور عورتیں اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے کے برابر اٹھائیں۔'' [۱۱]

اہلِ حدیث کا جواب:

یہ روایت قابلِ استدلال نہیں، کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ام یحییٰ بنت عبدالجبار راویہ مجہولہ ہے۔ علاّمہ ہیثمی مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں:

(رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ (فِی الْکَبِیْرِ) فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِیْ مَنَاقِبِ وَائِلٍ مِنْ طَرِیْقِ مَیْمُوْنَۃَ بِنْتِ حُجْرٍ عَنْ عَمَّتِھَا اُمِّ یَحْییٰ وَلَمْ اَعْرِفْھَا وَبَقِیَّۃُ رِجَالِہٖ ثِقَاتٌ) [۱۲]

''اسے امام طبرانی نے اپنی کتاب المعجم الکبیر میں حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل ایک طویل حدیث کے ضمن میں میمونہ بنت حُجر کے طریق سے بیان کیا ہے اور وہ اپنی پھوپھی ام یحییٰ کے حوالے سے بیان کرتی ہیں، جبکہ میں اسے نہیں جانتا (یعنی وہ مجہول ہے) البتہ اس روایت

---

[۱۱] المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۲/ ۱۸

[۱۲] مجمع الزوائد ۲/۱۰۳

کی سند کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔''

اور یہ معروف بات ہے کہ مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔جیسا کہ فتح الباری اور توجیہ القاری میں ہے:

(اَلْجِهَالَةُ تَسْتَوْجِبُ ضُعْفَ الْحَدِيْثِ وَلَا حُجَّةَ فِیْ رِوَايَةِ الْمَجْهُوْلِ) [۱۳]

''کسی راوی کا مجہول ہونا ضُعفِ حدیث کا سبب بنتا ہے اور مجہول راوی کی روایت حُجّت نہیں ہوتی۔''

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین (ہاتھ اٹھانے) کی روایات تو ثابت ہیں، لیکن ان میں عورت کا ذکر نہیں ہے۔اور اس حدیث کے ضُعف پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسے میرے محترم نے اِس حدیث کے بعد ذکر کیا ہے۔کیونکہ اُس میں یہ ہے کہ صحابیۂ رسول ﷺ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نماز میں کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتی تھیں اور اِس میں عورتوں کے لیۓ چھاتی (سینے) کے برابر ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔اگر عورتوں کے لیۓ چھاتی کے برابر ہاتھ اٹھانے کا حکم اللہ کے نبی ﷺ کا دیا ہوا ہوتا تو حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کبھی بھی اس حکم کی مخالفت نہ کرتیں۔

احناف کی دوسری دلیل:

حضرت عبدربہ سلیمان بن عمیر رحمۂ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں۔[۱۴]

اہلِ حدیث کا جواب:

فاضلِ محترم نے اس اثر سے یہ دلیل لی ہے کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے۔مگر کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا جیسا عورتوں کے لیۓ مسنون ہے ایسا ہی

[۱۳] فتح الباری ۱/۱۴۶ اتوجیہ القاری ص ۱۹۰ [۱۴] جزء رفع الیدین للامام البخاری، ص ۷

کی سند کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔"

یہ معروف بات ہے کہ مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ جیسا کہ فتح الباری اور توجیہ
ری میں ہے:

(اَلْجِهَالَةُ تَسْتَوْجِبُ ضُعْفَ الْحَدِيْثِ وَلَا حُجَّةَ فِیْ رِوَايَةِ الْمَجْهُوْلِ) ۱۳

"کسی راوی کا مجہول ہونا ضُعفِ حدیث کا سبب بنتا ہے اور مجہول راوی کی روایت حُجّت نہیں ہوتی۔"

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین (ہاتھ اٹھانے) کی روایات تو ثابت
، لیکن ان میں عورت کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس حدیث کے ضُعف پر وہ حدیث بھی دلالت
تی ہے جسے میرے محترم نے اِس حدیث کے بعد ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اُس میں یہ ہے کہ صحابیۂ
ﷺ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نماز میں کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتی تھیں اور اِس
ورتوں کے لیئے چھاتی (سینے) کے برابر ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ اگر عورتوں کے لیئے چھاتی
برابر ہاتھ اٹھانے کا حکم اللہ کے نبی ﷺ کا دیا ہوا ہوتا تو حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا
ں بھی اس حکم کی مخالفت نہ کرتیں۔

اف کی دوسری دلیل:

حضرت عبدربہ سلیمان بن عمیر رحمہٗ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام الدرداء
اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں۔ ۱۴

حدیث کا جواب:

فاضل محترم نے اس اثر سے یہ دلیل لی ہے کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے۔ مگر کیا
ں اتنا بھی علم نہیں کہ کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا جیسا عورتوں کے لیئے مسنون ہے ایسا ہی

فتح الباری ۱/۱۴۶ توجیہ القاری ص ۱۹۰

۱۴ جزء رفع الیدین للامام البخاری ص ۷

مردوں کے لیئے بھی ثابت و مسنون ہے کیونکہ یہ اُس نبی ﷺ کی سنّت ہے جس کی زندگی مرد و عورت سب کے لیئے یکساں نمونہ ہے۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، جس کتاب (جزء رفع الیدین) سے یہ اثر نقل کیا گیا ہے اُسی کے شروع میں پہلی حدیث نکال کر دیکھ لیجیئے! آپ کو وہ ان الفاظ سے نظر آ جائے گی:

((عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا كَبَّرَ لِلصَّلٰوةِ حَذْوَمَنْكِبَيْهِ وَاِذَااَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَعَلَ ذٰلِكَ)) ۱۵

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نماز کے لیئے تکبیر (تحریمہ) کہتے وقت اور رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت اور دو رکعت سے اٹھتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔"

اب آپ ہی بتائیں کہ کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا کیا صرف عورتوں کے لیئے سنّت ہے۔ (جیسا کہ آپ نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کا اثر پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے) یا یہی مردوں کے لیئے بھی سنّت ہے؟ یہ تو مرفوع حدیث سے میں نے ثابت کیا کہ کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا نبی ﷺ کی سنّت ہے۔ اور مرد و زن کیلئے اس سنّت کے یکساں ہونے کا پتہ دینے والی ایسی بہت سی دیگر احادیث بھی موجود ہیں۔ اور اب آیئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس سنّت پر عمل کرنا بھی ملاحظہ فرمایئے:

① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کندھوں تک ہاتھ اٹھانا ابوداؤد، مؤطا امام مالک، بیہقی اور جزء البخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ وہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔

۱۵ جزء رفع الیدین امام بخاری ایضاً

② حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے بھی کندھوں کے برابر اپنے ہاتھوں کا اٹھانا مروی ہے۔ چنانچہ انکا یہ عمل ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، المنتقیٰ بن الجارود، ابن خزیمہ، ابن حبان اور بیہقی وغیرہ میں مذکورو موجود ہے۔

③ ان کے علاوہ بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی موجود ہیں کہ وہ نماز میں کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ صرف عورتوں ساتھ خاص نہیں ہے کہ کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائیں، بلکہ مردوں کے لیئے بھی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا سنّت ہے۔ ہاں کانوں کی لووں کے برابر ہاتھ اٹھانا بھی ثابت ہے۔ کبھی کانوں کے برابر اور کبھی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا چاہیئے۔ عورتوں یا مردوں کے ساتھ اسکی تخصیص کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

لہٰذا یہ اثر ہماری دلیل ہے کہ مرد وعورت کی نماز کی ہیئت میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ صحابیۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتی تھیں، حالانکہ وہ عورت ہیں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے تھے، حالانکہ یہ مرد تھے۔ اگر مرد وعورت کی نماز میں فرق ہوتا تو جہاں تک مرد ہاتھ اٹھاتے وہاں تک حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نہ اٹھاتیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ احناف نے یہ اثر اپنے غلط خیال کو صحیح ثابت کرنے کے لیئے پیش کیا ہے، لیکن اس اور دوسرے مذکورہ اثر سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ نماز میں رفع الیدین کا مسئلہ ہے۔ اس کو احناف نے ترک کیا ہوا ہے۔ نہ عورتیں اس پر عمل کرتی ہیں نہ مرد۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتیں بھی اس پر عمل کرتی تھیں اور مرد (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) بھی اس کے عامل تھے۔ اللہ کے فضل سے اس اثر کو ہم صحیح تسلیم کرتے ہیں اور جو مسئلہ اس سے معلوم ہوتا ہے اس پر ہم اور ہماری عورتیں بھی عمل کرتی ہیں۔ اللہ آپ لوگوں کو بھی اس سنّت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

② حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے بھی کندھوں کے برابر اپنے ہاتھوں کا اٹھانا مروی ۔چنانچہ انکا یہ عمل ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، المنتقیٰ بن الجارود، ابن خزیمہ، ابن حبان اور بیہقی ہ میں مذکور وموجود ہے۔

③ ان کے علاوہ بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی موجود ہیں کہ وہ نماز کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے تھے۔پس معلوم ہوا کہ یہ صرف عورتوں ساتھ خاص نہیں ہے ندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائیں، بلکہ مردوں کے لیئے بھی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا سنّت ۔ہاں کانوں کی لووں کے برابر ہاتھ اٹھانا بھی ثابت ہے۔کبھی کانوں کے برابر اور کبھی ھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا چاہیئے۔عورتوں یا مردوں کے ساتھ اسکی تخصیص کسی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔

لہٰذا یہ اثر ہماری دلیل ہے کہ مرد وعورت کی نماز کی ہیئت میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ یۓ رسول ﷺ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتی ں، حالانکہ وہ عورت ہیں اور اللہ کے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے تھے، حالانکہ یہ مرد تھے۔اگر مرد وعورت کی نماز میں فرق ہوتا تو ں تک مرد ہاتھ اٹھاتے وہاں تک حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نہ اٹھاتیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ احناف نے یہ اثر اپنے غلط خیال کو صحیح ثابت کرنے کے لیئے کیا ہے، لیکن اس اور دوسرے مذکورہ اثر سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ نماز میں رفع الیدین سئلہ ہے۔اس کو احناف نے ترک کیا ہوا ہے۔نہ عورتیں اس پر عمل کرتی ہیں نہ مرد۔حالانکہ بہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتیں بھی اس پر عمل کرتی تھیں اور مرد (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) بھی کے عامل تھے۔اللہ کے فضل سے اس اثر کو ہم صحیح تسلیم کرتے ہیں اور جو مسئلہ اس سے معلوم ہے اس پر ہم اور ہماری عورتیں بھی عمل کرتی ہیں۔اللہ آپ لوگوں کو بھی اس سنّت پر عمل نے کی توفیق دے۔آمین۔

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ اس سے تو صرف نماز میں رفع الیدین کرنا ثابت ہوتا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ یہ نماز کے شروع والا رفع الیدین ہو۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی کتاب اور یہی مذکورہ صفحہ دیکھیئے، اس کی وضاحت آپ کو یوں ملے گی کہ عبدربہ بن سلیمان بن عمیر رحمہٗ اللہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں، جب نماز شروع کرتیں اور جب رکوع کرتیں اور جب **سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ** کہتیں تو رفع الیدین کرتیں اور **رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ** کہتیں۔[16]

پس اگر اس اثر سے استدلال کرتے ہیں تو اس پر پہلے عمل تو کریں، یعنی رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھا کریں۔

احناف کی تیسری دلیل:

حضرت ابن جریج رحمہٗ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء رحمہٗ اللہ سے کہا کہ کیا عورت تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت مرد کی طرح اشارہ (رفع الیدین) کرے گی؟ آپ نے اشارہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ بہت ہی پست رکھے اور ان کو اپنے سے ملایا اور فرمایا عورت کی (نماز میں) ایک خاص ہئیت ہے جو مرد کی نہیں۔[17]

اہلِ حدیث کا جواب:

آپ کی یہ دلیل بھی قابلِ حجّت نہیں ہے۔کیونکہ یہ ایک تابعی کا قول ہے۔حدیثِ مرفوع کے مقابلے میں تو کسی صحابی کا قول حُجّت نہیں، تابعی کا قول تو بعد کی بات ہے اور یہ قول اُس حدیث کے معارض بھی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے تمام امت کے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ”تم نماز اس طرح پڑھا کرو جس طرح نماز پڑھتے تم نے مجھے دیکھا ہے۔“ اور یہ حکم صرف مردوں کے لیئے نہیں بلکہ عورتیں بھی اس میں شامل ہیں۔

---

١٦ جزء رفع الیدین للبخاری صفحہ مذکورہ

١٧ مصنف ابن ابی شیبہ ج،ص ۲۳۹

دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ اثر صحیح مرفوع حدیث کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ خود ضعیف بھی ہے۔اس کی سند میں محمد بن بکر راوی کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں:(لَيۡسَ بِالۡقَوِيِّ) ''وہ قویّ نہیں ہے۔''

ابن عمار الموصلی کہتے ہیں:

(لَمۡ يَكُنۡ صَاحِبُ حَدِيۡثٍ تَرَكۡنَاهُ لَمۡ نَسۡمَعۡ مِنۡهُ۔)[۱۸]

''اس کے پاس حدیث نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے اس سے حدیث سننی چھوڑ دی تھی۔''

بالفرض یہ قول اگر بسندِ صحیح بھی ہوتا تب بھی یہ حُجّت نہیں تھا کیونکہ یہ حدیث نہیں ہے بلکہ ایک عالم کا قول ہے جس سے غلطی کا امکان ہے جبکہ دلیل شرعی تو صرف وہی ہوسکتی ہے جس میں غلطی کا امکان نہ ہو۔

❷ سجدہ کرنے میں فرق

احناف کی پہلی دلیل:

حضرت یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو، کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں ہے۔''[۱۹]

اہلِ حدیث کا جواب:

مراسیل ابی داؤد اور سنن الکبریٰ بیہقی کے حوالے سے جو روایت آپ نے پیش کی ہے

[۱۸] تہذیب التہذیب ص ۶۸، ج ۹
[۱۹] مراسیل ابی داؤد،ص ۷،السنن الکبری بیہقی،ص ۲۲۳، ج ۲

دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ اثر صحیح مرفوع حدیث کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ
ضعیف بھی ہے۔اس کی سند میں محمد بن بکرراوی کے بارے میں امام نسائی فرماتے
:(لَیْسَ بِالْقَوِیّ) ''وہ قوی نہیں ہے۔''

ابن عمار الموصلی کہتے ہیں:

(لَمْ یَکُنْ صَاحِبُ حَدِیْثٍ تَرَکْنَاهُ لَمْ نَسْمَعْ مِنْهُ۔)١٨

''اس کے پاس حدیث نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے اس سے حدیث سنی چھوڑ دی تھی۔''

بالفرض یہ قول اگر بسندِ صحیح بھی ہوتا تب بھی یہ حُجت نہیں تھا کیونکہ یہ حدیث نہیں ہے
ایک عالم کا قول ہے جس سے غلطی کا امکان ہے جبکہ دلیل شرعی تو صرف وہی ہوسکتی ہے
ں میں غلطی کا امکان نہ ہو۔

❷ سجدہ کرنے میں فرق

اف کی پہلی دلیل:

حضرت یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ دوعورتوں
پاس سے گزرے جونماز پڑھ رہی تھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''جب تم سجدہ کروتو اپنے
کا کچھ حصہ زمین سے ملالیا کرو، کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں
ـ''١٩

ں حدیث کا جواب:

مراسیل ابی داؤد اور سنن الکبریٰ بیہقی کے حوالے سے جو روایت آپ نے پیش کی ہے

١٨ تہذیب التہذیب ص ٦٨، ج ٩
١٩ راسیل ابی داؤد، ص ٧، السنن الکبری بیہقی ص ٢٢٣، ج ٢

اس کے متعلق اپنے ہی حنفی عالم علاّمہ ابن الترکمانی کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

علاّمہ موصوف اپنی کتاب (الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی) میں اس روایت کے نیچے لکھتے ہیں:

(ظَاهِرُ کَلَامِهٖ اَنَّهٗ لَیْسَ فِیْ هَذَا الْحَدِیْثِ اِلَّا الْاِنْقِطَاعُ،وَسَالِمٌ مَتْرُوْكٌ حَکَاهُ صَاحِبُ الْمِیْزَانِ عَنِ الدَّارَقُطْنِیِّ)٢٠

''امام بیہقی کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں صرف انقطاع کی علّت ہے۔حالانکہ اس کا ایک راوی سالم (بن غیلان) متروک ہے،جیسا کہ میزان الاعتدال والے نے امام دارقطنی سے نقل کیا ہے۔''

یہ تو آپ کے اپنے عالم کی گواہی ہے کہ یہ حدیث صرف انقطاع کی وجہ سے ہی ضعیف نہیں بلکہ اس کا ایک راوی سالم بن غیلان بھی متروک ہے۔

اب مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

اس روایت میں کئی عِلّتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ قابلِ حجّت نہیں۔

① پہلی عِلّت تو وہ ہے جسے امام بیہقی نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔کیونکہ یہ حدیث یزید بن ابی حبیب رحمہٗ اللہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں حالانکہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہے نہ آپ ﷺ کا زمانہ پایا ہے۔بلکہ یہ آخری زمانے کے تابعین میں سے ہیں۔یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تقریباً ٤٣ سال بعد پیدا ہوئے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ ہجرت کرنے کے دسویں سال اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے تھے اور یزید بن ابی حبیب ہجرت کے ٥٣ ویں سال میں پیدا ہوئے۔اور ١٢٨ھ میں فوت ہوئے۔پس درمیان میں ایک یا ایک سے زائد واسطوں کا انقطاع ہے۔ ٢١

٢٠ الجوهر النقی فی الرد علی البیہقی ٢/ ٣١٥
٢١ تہذیب التہذیب، ص ٢٧٩، ج ١١

② اسی طرح یزید بن ابی حبیب معروف مدلّس راوی ہے۔
اور منقطع روایت حُجّت نہیں بلکہ محدِّثین کے نزدیک منقطع ضعیف کی اقسام میں سے ہے۔ [۲۲]
③ (تیسری علّت) یہ ہے کہ اس کی سند میں سالم بن غیلان راوی متروک ہے، جس کی گواہی حنفی عالم ابن الترکمانی نے بھی دی ہے۔اس کے بارے میں المغنی فی الضعفاء (ص۳۸۹، ج۱) تہذیب التہذیب (ص۴۴۲، ج۳) تہذیب الکمال (ص۱۴۶۲) الجرح والتعدیل (ص۸۰۸، ج۴) اور میزان الاعتدال (ص۱۱، ج۲) میں محدِّثینِ کرام کی جرح موجود ہے۔

احناف کی دوسری دلیل:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے، اس طرح کہ اُس کے لیئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ (رحمت) کر کے ارشاد فرماتے ہیں: ''اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔'' [۲۳]

اہلِ حدیث کا جواب:

محترم! آپ نے ایک علمی اصول کی خلاف ورزی کی ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ استدلال کرتے وقت کوئی حدیث ذکر کرنا ہو تو کسی مستند کتاب کا حوالہ دینا چاہیئے، لیکن یہاں پر اصل چھوڑ کر نقل (معلق کتاب) کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں سند بھی بیان نہیں ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سند چھپانے کے لیئے ایسا کیا گیا ہے تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہ سنداً منگھڑت روایت ہے۔

---

[۲۲] دیکھیئے: فتح الباری، ص۸۹، جلد۳ و توجیہ القاری، ص۱۶۷
[۲۳] کنز العمال، ص۵۴۹، ج۷

② اسی طرح یزید بن ابی حبیب معروف مدلّس راوی ہے۔
قطع روایت حُجّت نہیں بلکہ محدِّثین کے نزدیک منقطع ضعیف کی اقسام میں سے ہے۔ ۲۲
③ (تیسری علّت) یہ ہے کہ اس کی سند میں سالم بن غیلان راوی متروک ہے، جس
گواہی حنفی عالم ابن الترکمانی نے بھی دی ہے۔اس کے بارے میں المغنی فی
عفاء (ص۳۸۹، ج۱) تہذیب التہذیب (ص۴۴۲، ج۳) تہذیب الکمال (ص۱۴۶۲)
ح والتعدیل (ص۸۰۸، ج۴) اور میزان الاعتدال (ص۱۱، ج۲) میں محدِّثین کرام کی
ح موجود ہے۔

اف کی دوسری دلیل:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب عورت
میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں
چپکا لے، اس طرح کہ اُس کے لیئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس
طرف نظرِ (رحمت) کر کے ارشاد فرماتے ہیں: ''اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس
پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔'' ۲۳

حدیث کا جواب:

محترم! آپ نے ایک علمی اصول کی خلاف ورزی کی ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ
لال کرتے وقت کوئی حدیث ذکر کرنا ہو تو کسی مستند کتاب کا حوالہ دینا چاہیئے، لیکن یہاں پر
چھوڑ کر نقل (معلق کتاب) کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں سند بھی بیان نہیں ہوئی ہے۔ معلوم
ہے کہ اس کی سند چھپانے کے لیئے ایسا کیا گیا ہے تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہ سنداً منگھڑت
بت ہے۔

دیکھیئے: فتح الباری، ص۸۹، جلد۳ و توجیہ القاری، ص۱۶۷
کنز العمّال، ص۵۴۹، ج۷

(۱) اگر کنز العمّال کی عبارت ہی مکمل نقل کر دیتے تو خود واضح ہو جاتا کہ یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ کنز العمّال کے مصنّف نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد خود لکھا ہے:

(رَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَضَعَّفَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ [رضی اللہ عنہما])

''اس روایت کو امام ابن عدی اور امام بیہقی نے ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے، اور اسے ضعیف کہا ہے'' ۔۲۴

خود اُسی کتاب کے حوالے سے میں نے اس کا ضُعف ثابت کر دیا ہے جس کتاب کا حوالہ صاحبِ مضمون نے دیا تھا۔ اب مزید اس کے بارے میں محدِّثین کے اقوال ملاحظہ ہوں:

(۲) امام بیہقی اس حدیث کو اپنی کتاب (السنن الکبریٰ) میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(قَالَ اَحْمَدُ: اَبُوْ مُطِيْعٍ بَيِّنُ الضُّعْفِ فِيْ اَحَادِيْثِهٖ وَعَامَّةُ مَايَرْوِيْهِ لَايُتَابَعُ عَلَيْهِ.
قَالَ الشَّيْخُ وَقَدْ ضَعَّفَهُ يَحْيٰى بْنُ مُعِيْنٍ وَغَيْرُهٗ.) ۲۵

''امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ ابو مطیع (جو اس حدیث کا ایک راوی ہے) اس کی احادیث میں ضُعف واضح ہے اور وہ جو روایت بیان کرتا ہے اس کی متابعت نہیں کی جاتی۔ اور ہمارے استاد نے کہا ہے کہ اسے یحییٰ بن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔''

مزید ملاحظہ فرمایئے:

(۳) اس حدیث کی سند میں دو علّتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا راوی ابو مطیع البلخی ہے، جس کا پورا نام حکم بن عبداللہ ابو مطیع البلخی ہے۔ امام ذہبی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

(كَانَ بَصِيْراً بِالرَّأْيِ عَلَّامَةٌ كَبِيْرُ الشَّأْنِ وَلٰكِنَّهٗ وَاهٍ فِيْ ضَبْطِ الْأَثَرِ.)

۲۴ کنز العمال، ۷/۲۲۳
۲۵ السنن الکبریٰ للبیہقی ۳۱۵/۲

''رائے میں ماہر تھا بڑا علاّمہ وبلند مرتبہ تھا لیکن حدیث ضبط کرنے میں ناکارہ تھا۔''

(۴) امام ابن معین کہتے ہیں:

(لَيْسَ بِشَيْئٍ) ''وہ کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔''

اور ایک دفعہ کہا کہ وہ ضعیف ہے۔

(۵) امام النسائی نے کہا: ''ضعیف ہے۔''

(۶) امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں: ''مناسب نہیں کہ اس سے روایت لی جائے۔''

(۷) امام ابوداؤد کہتے ہیں: ''محدّثین نے اسے چھوڑ دیا ہے اور یہ جہمی تھا۔''

(۸) امام ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی روایت میں ضُعف واضح ہے اور عام طور پر یہ جو کچھ روایت کرتا ہے اس کی متابعت نہیں کی جاتی ہے۔

(۹) امام ابن حبان فرماتے ہیں:

(كَانَ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمُرْجِئَةِ مِمَّنْ يُبْغِضُ السُّنَنَ وَمُنْتَحِلِيْهَا)

''مرجیؤں کے سرغنوں میں سے تھا اور ان میں سے ہے جو سنتوں کے ساتھ اور اُن پر عمل کرنے والوں کے ساتھ بُغض رکھتے ہیں۔''[۲۶]

(۱۰) امام بخاری اس کے متعلق فرماتے ہیں:

(ضَعِيْفٌ صَاحِبُ الرَّأْيِ) ''ضعیف ہے، اہلِ رائے سے تھا۔''

(۱۱) امام ابوحاتم الرازی اس کے متعلق کہتے ہے:

(كَانَ مُرْجِئاً كَذَّاباً) ''جھوٹا مرجی تھا۔''

(۱۲) امام ابن سعد کہتے ہیں:

(كَانَ مُرْجِئاً وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَهُمْ فِي الْحَدِيْثِ وَكَانَ مَكْفُوْفاً)

[۲۶] میزان الاعتدال ۱/۵۷۴

''رائے میں ماہر تھا بڑا علاّمہ و بلند مرتبہ تھا لیکن حدیث ضبط کرنے
میں ناکارہ تھا۔''

)امام ابن معین کہتے ہیں:

(لَيۡسَ بِشَيۡئٍ) ''وہ کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔''

یک دفعہ کہا کہ وہ ضعیف ہے۔

)امام النسائی نے کہا: ''ضعیف ہے۔''

)امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں: ''مناسب نہیں کہ اس سے روایت لی جائے۔''

)امام ابوداؤد کہتے ہیں: ''محدّثین نے اسے چھوڑ دیا ہے اور یہ جہمی تھا۔''

)امام ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی روایت میں ضُعف واضح ہے اور عام طور پر یہ جو کچھ
بت کرتا ہے اس کی متابعت نہیں کی جاتی ہے۔

)امام ابن حبان فرماتے ہیں:

(كَانَ مِنۡ رُؤَسَاءِ الۡمُرۡجِئَةِ مِمَّنۡ يُبۡغِضُ السُّنَنَ وَمُنۡتَحِلِيۡهَا)

''مرجیوں کے سرغنوں میں سے تھا اور ان میں سے ہے جو سنتوں کے ساتھ
اور اُن پر عمل کرنے والوں کے ساتھ بُغض رکھتے ہیں۔''[۲۶]

)امام بخاری اس کے متعلق فرماتے ہیں:

(ضَعِيۡفٌ صَاحِبُ الرَّأۡيِ) ''ضعیف ہے، اہل رائے سے تھا۔''

)امام ابوحاتم الرازی اس کے متعلق کہتے ہے:

(كَانَ مُرۡجِئاً كَذَّاباً) ''جھوٹا مرجی تھا۔''

)امام ابن سعد کہتے ہیں:

(كَانَ مُرۡجِئاً وَهُوَ ضَعِيۡفٌ عِنۡدَهُمۡ فِي الۡحَدِيۡثِ وَكَانَ مَكۡفُوۡفاً)

میزان الاعتدال ۱/۵۷۴

''وہ مرجئی تھا، محدِّثین کے نزدیک وہ حدیث روایت کرنے میں ضعیف تھا،
اور وہ نابینا تھا۔''

(۱۳) امام الساجی کہتے ہیں:

(تُرِكَ لِرَأۡيِهِ وَاتَّهَمُوۡهُ)

''اسے اتباعِ رائے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا اور محدِّثین نے اسے متّہم قرار دیا
ہے۔''

(۱۴) امام الجوزقانی کہتے ہیں:

(كَانَ اَبُوۡ مُطِيۡعٍ مِنۡ رُؤَسَاءِ الۡمُرۡجِئَةِ مِمَّنۡ يَّضَعُ الۡحَدِيۡثَ وَيُبۡغِضُ السُّنَنَ)

''ابو مطیع مرجیوں کے سرغنوں سے تھا جو حدیثیں گھڑتا تھا اور سنن سے
عداوت رکھتا تھا۔''

(۱۵) لسان المیزان میں حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے:

(قَدۡ جَزَمَ الذَّهَبِيُّ بِأَنَّهُ وَضَعَ حَدِيۡثاً)

''امام ذہبی نے پورے وثوق سے کہا ہے کہ اس نے حدیث گھڑی ہے۔''

امام الذہبی نے میزان الاعتدال (۱/۵۷۴) میں تین حدیثیں اس زیرِ تعارف راوی کی سند سے نقل کی ہیں اور حافظ ابن حجر نے میزان الاعتدالسے اپنی کتاب لسان المیزان (۲/۳۸۰) میں یہ حدیثیں اس کذّاب کی سند سے ذکر کی ہیں۔ ان میں ایک یہ حدیث بھی ہے جسے محترم نے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔[۲۷]

پس حکم بن عبداللہ ابو مطیع البلخی جو اس زیر بحث حدیث کا راوی ہے، اُسے

۲۷ میزان الاعتدال للذہبی ۱/۵۷۴، لسان المیزان لابن حجر ۲/۳۸۰

کذّاب، وضّاع، ضعیف، واہٍ، مرجئ، جہمی، متروک اورسنتوں (حدیث) سے بُغض رکھنے والے جیسے القاب سے محدّثین نے یاد کیا ہے، لہٰذا ایسے شخص کی روایت کیسے مقبول ہوسکتی ہے؟ اوراس کا شاگرد جواس روایت کوابومطیع البلخی سے نقل کرتا ہے (محمد بن القاسم البلخی الطایقانی) بھی ضعیف راوی ہے۔ اس کے بارے میں امام ابن حبان کہتے ہیں:

(رَوَی عَنْ اَھْلِ خُرَاسَانَ اَشْیَاءَ لَایَحِلُّ ذِکْرُھَا فِی الْکِتَابِ)

''اس نے خراسان والوں سے ایسی چیزیں روایت کی ہیں جن کا کتابوں میں ذکر کرنا حلال و جائز نہیں ہے۔''

امام ابوحاتم فرماتے ہیں:

(کَانَ یَضَعُ الْحَدِیْثَ) ''یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔''

پھراس کے بعد امام الذہبی نے کچھ روایات ذکر کی ہیں۔ اورانکے بعد وہ لکھتے ہیں:

(فَھَذَا مِنْ اِخْتِلَاقِ الطَّایِقَانِیِّ)

''یہ (محمد بن القاسم الطایقانی) کی مَن گھڑت احادیث میں سے ہیں۔

امام ابن حبان نے اپنی کتاب الدلائل میں لکھا ہے:

(لَا یَحِلُّ ذِکْرُہٗ) ''اس کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔''

اس حدیث کی سند کا یہ حال ہے جس کے دوراوی جعلی حدیثیں گھڑنے والے ہیں اور محدّثین کے اقوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح احادیث کے مقابلے میں پیش کرنا ہرگز انصاف نہیں۔ جبکہ صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مرد وعورت سب کو چاہیئے کہ نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق نماز پڑھیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کے سجدے کے بارے میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اب،وضّاع،ضعیف،واہِ،مرجئ،جہمی،متروک اور سنتوں (حدیث) سے بُغض رکھنے لے جیسے القاب سے محدّثین نے یاد کیا ہے،لہٰذا ایسے شخص کی روایت کیسے مقبول ہوسکتی ہے؟
س کا شاگرد جو اس روایت کو ابومطیع البلخی سے نقل کرتا ہے(محمد بن القاسم البلخی الطایقانی) بھی ن راوی ہے۔اس کے بارے میں امام ابن حبان کہتے ہیں:

(رَوَی عَنْ اَهْلِ خُرَاسَانَ اَشْيَاءَ لَايَحِلُّ ذِكْرُهَا فِي الْكِتَابِ)

''اس نے خراسان والوں سے ایسی چیزیں روایت کی ہیں جن کا کتابوں میں ذکر کرنا حلال وجائز نہیں ہے۔''

ابوحاتم فرماتے ہیں:

(كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ) ''یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔''

س کے بعد امام الذہبی نے کچھ روایات ذکر کی ہیں۔اور انکے بعد وہ لکھتے ہیں:

(فَهَذَا مِنْ اِخْتِلَاقِ الطَّايِقَانِيِّ)

''یہ(محمد بن القاسم الطایقانی) کی مَن گھڑت احادیث میں سے ہیں۔

امام ابن حبان نے اپنی کتاب الدلائل میں لکھا ہے:

(لَا يَحِلُّ ذِكْرُهُ) ''اس کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔''

اس حدیث کی سند کا یہ حال ہے جس کے دو راوی جعلی حدیثیں گھڑنے والے ہیں اور ثین کے اقوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح احادیث کے مقابلے میں پیش کرنا ہرگز ف نہیں۔جبکہ صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مرد وعورت سب کو چاہیئے کہ نبی م ﷺ کے طریقے کے مطابق نماز پڑھیں۔اور نبی اکرم ﷺ کے سجدے کے بارے ابوحمید ساعدیؓ فرماتے ہیں:

(فَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَخِذَيْهِ)۲۸

''نبی ﷺ نے رانوں کے درمیان فاصلہ رکھا اور پیٹ کو رانوں کے کسی حصہ پر نہیں رکھا۔''

وہ منگھڑت حدیث اس حدیثِ صحیح کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کے بارے میں ہے کہ آپ ﷺ اپنا پیٹ سجدے کی حالت میں رانوں کے ساتھ نہیں لگاتے تھے اور اُس من گھڑت روایت میں ہے کہ عورت سجدے میں اپنا پیٹ رانوں سے چپکا لے،لہٰذا یہ دلیل باطل ہے کیونکہ یہ روایت موضوع اور صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

احناف کی تیسری دلیل:

حضرت حارث رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔۲۹

اہلِ حدیث کا جواب:

یہ موقوف اثر بھی موضوع و من گھڑت ہے کیونکہ حضرت علیؓ سے جس نے یہ روایت بیان کی ہے وہ حارث بن عبداللہ الاعور ہے جس کے متعلق امام مسلم رحمۃ اللہ نے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں امام الشعبی رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حارث اعور کے بارے میں کہا ہے:

(كَانَ كَذَّاباً) ''وہ جھوٹا تھا''۔۳۰

امام ابراہیم نے اسے متّہم کہا ہے۔ابوبکر بن عیاش نے مغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حارث نے جو بھی روایت حضرت علیؓ سے بیان کی ہے اس کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔امام ابن

۲۸ ابوداؤد:۱/۱۰۷ ۲۹ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۹،السنن الکبریٰ بیہقی ۲/۲۲۲
۳۰ مقدمہ صحیح مسلم،ج۱

المدینی کہتے ہیں کہ امت میں سے کسی پر اتنا جھوٹ نہیں باندھا گیا جتنا حارث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر باندھا ہے۔ایوب کہتے ہیں ابن سیرین اُن سب روایات کو باطل سمجھتے تھے جو حارث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حارث کذّ اب تھا،امام بزّ ار فرماتے ہیں کہ یحییٰ اور عبدالرحمٰن نے میرے ہاتھ سے قلم لیا اور تقریباً چالیس احادیث مٹادیں جو حارث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی تھیں۔

حمزۃ الزیات کہتے ہیں کہ مرّ ۃ الھمدانی نے حارث سے کچھ سنا جو انھیں نا آشنا (غیر معروف وغیر صحیح) لگا تو اسے کہا کہ تو بیٹھ جا۔میں آرہا ہوں،پس مرّ ۃ اپنے گھر کے اندر گئے اور تلوار اٹھائی۔جب حارث نے محسوس کیا تو بھاگ گیا۔امام ابن حبان کہتے ہیں کہ حارث غلوّ کرنے والا شیعہ تھا۔اور حدیث میں کمزور تھا۔[۳۱]

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والا آدمی حارث اعور ہے جسے محدّ ثین نے مندرجہ بالا الفاظ سے یاد کیا ہے۔اسی طرح جس نے یہ موقوف روایت حارث سے روایت کی ہے وہ مدلِّس ہے اور اس نے عَنْ کے ساتھ یہ اثر روایت کیا ہے اور مدلِّس راوی جب تک سماع کی تصریح نہ کرے اس کی وہ روایت قبول نہیں ہوتی،جیسا کہ اصولِ حدیث کی کتابوں میں مشہور ہے۔اب جن محدِّ ثین نے ابو اسحاق (السبیعی) کو مدلِّس کہا ہے ان کے نام ملاحظہ ہوں۔امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں اس کے متعلق لکھا ہے:

(کَانَ مُدَلِّساً) ''یہ مدلِّس تھا۔''

اسی طرح حسین الکرابیسی اور ابو جعفر الطبرانی نے بھی اسے مدلِّسین میں شمار کیا ہے۔

امام ابن المدینی کہتے ہیں کہ شعبہ نے کہا:میں نے ابو اسحاق سے سنا کہ وہ حارث بن اعور سے حدیث بیان کرتا تھا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ حدیث تم نے حارث بن الاعور سے خود سنی ہے۔اس نے کہا:نہیں،یہ مجھے مجالد نے شعبی سے بیان کی ہے۔[۳۲]

---

[۳۱] دیکھیے: میزان الاعتدال،۱/ ۴۳۵۔۴۳۶

[۳۲] دیکھیے: تہذیب التہذیب ۸/ ۵۹

ینی کہتے ہیں کہ امت میں سے کسی پر اتنا جھوٹ نہیں باندھا گیا جتنا حارث نے حضرت علی پر باندھا ہے۔ایوب کہتے ہیں ابن سیرین اُن سب روایات کو باطل سمجھتے تھے جو حارث نے ِت علی ؓ سے روایت کی ہیں۔ابواسحاق کہتے ہیں کہ حارث کذّاب تھا،امام بزّار فرماتے کہ یحییٰ اور عبدالرحمٰن نے میرے ہاتھ سے قلم لیا اور تقریباً چالیس احادیث مٹادیں جو حارث حضرت علی ؓ سے روایت کی تھیں۔

حمزۃ الزیات کہتے ہیں کہ مرّۃ الھمدانی نے حارث سے کچھ سنا جو انھیں ناآشنا (غیر ِوف و غیر صحیح) لگا تو اسے کہا کہ تو بیٹھ جا۔میں آرہا ہوں،پس مرّۃ اپنے گھر کے اندر گئے اور راٹھائی۔جب حارث نے محسوس کیا تو بھاگ گیا۔امام ابن حبان کہتے ہیں کہ حارث رنے والا شیعہ تھا۔اور حدیث میں کمزور تھا۔[۳۱]

پس حضرت علی ؓ سے روایت کرنے والا آدمی حارث اعور ہے جسے محدّثین نے رجہ بالا الفاظ سے یاد کیا ہے۔اسی طرح جس نے یہ موقوف روایت حارث سے روایت کی وہ مدلِّس ہے اور اس نے عَنۡ کے ساتھ یہ اثر روایت کیا ہے اور مدلّس راوی جب تک سماع ِصرتح نہ کرے اس کی وہ روایت قبول نہیں ہوتی،جیسا کہ اصولِ حدیث کی کتابوں میں مشہور ۔اب جن محدِّثین نے ابواسحاق (السبیعی) کو مدلّس کہا ہے ان کے نام ملاحظہ ہوں۔امام حبان نے اپنی کتاب الثقات میں اس کے متعلق لکھا ہے:

(کَانَ مُدَلِّساً) ''یہ مدلّس تھا۔''

طرح حسین الکرابیسی اور ابوجعفر الطبرانی نے بھی اسے مدلّسین میں شمار کیا ہے۔

امام ابن المدینی کہتے ہیں کہ شعبہ نے کہا: میں نے ابواسحاق سے سنا کہ وہ حارث بن سے حدیث بیان کرتا تھا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ حدیث تم نے حارث بن الاعور خود سنی ہے۔اس نے کہا: نہیں، یہ مجھے مجالد نے شعبی سے بیان کی ہے۔[۳۲]

ِکھیئے: میزان الاعتدال، ۱/۴۳۵۔۴۳۶ [۳۲] دیکھیئے: تہذیب التہذیب ۸/۵۹

یہ اس کی تدلیس کی واضح دلیل ہے۔اسی طرح یہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں اختلاط کا شکار ہوگیا تھا۔جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے:

(وَاِنَّمَا تَرَکُوۡہُ لِلۡاِخۡتِلَاطِ) [۳۳]

''محدّثین نے اسے اختلاط کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔''

لہٰذا یہ روایت بالکل قابلِ حجّت نہیں ہے کیونکہ ایک تو اس کا راوی حارث الاعور کذّاب ہے اور بقولِ محدّثین حضرت علی ؓ پر سب سے زیادہ جھوٹ اُس نے باندھا ہے اور یہ روایت بھی حضرت علی ؓ کی طرف اس نے منسوب کی ہے اور دوسرے یہ کہ اس کا ایک دوسرا راوی ابواسحاق مدلّس ہے۔

احناف کی چوتھی دلیل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال ہوا،تو انھوں نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہوکر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔[۳۴]

اہلِ حدیث کا جواب:

یہ ایک صحابی کا اثر ہے اور کوئی اثرِ صحابی و تابعی کسی حدیثِ مرفوع کے مقابلے میں حُجّت نہیں۔اسی طرح سند کے لحاظ سے بھی یہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کا راوی یزید بن حبیب مشہور مدلّس ہے۔اور مدلّس راوی جب عَنۡ کے ساتھ روایت کرے تو وہ روایت اس وقت تک ضعیف ہوتی ہے جب تک اس کا کوئی متابع نہ ملے یا کسی طریق میں تصریح بالسّماع نہ ملے۔ یہاں بھی یزید بن حبیب نے اسے عَنۡ کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ مدلّس ہے۔

احناف کی پانچویں دلیل:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی

---

[۳۳] میزان الاعتدال ۳/۲۷۰ [۳۴] مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۷۵

رانوں سے چپکا لے، اور اپنے سرین اوپر نہ اٹھائے، اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتے ہیں۔ ۳۵

اہلِ حدیث کا جواب:

یہ ایک تابعی کا اثر ہے جو کہ صحیح مرفوع حدیث کے مقابلے میں قابلِ حجّت نہیں، کیونکہ مرفوع حدیث کو تو وحی (خفی) کہا جاتا ہے لیکن تابعی یا صحابی کے اپنے قول کو وحی نہیں کہا جا سکتا۔

اگر حضرت ابراہیم نخعی کا قول یا عمل حجّت ہے تو پھر ہر تابعی کا قول حجّت ہونا چاہیئے۔ اور یہ بات آپ لوگ خود بھی نہیں مانتے، پس حضرت ابراہیم نخعی رحمۂ اللہ کا قول بھی آپ کے لیئے حُجّت نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۂ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ اسکے خلاف ایک اثر مروی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

(تَقْعُدُ الْمَرْأَةُ فِی الصَّلٰوۃِ کَمَا یَقْعُدُ الرَّجُلُ) ۳۶

''عورت نماز میں اس طرح بیٹھے جیسے مرد بیٹھتا ہے۔''

اور علّامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۂ اللہ نے اپنی کتاب صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ میں مصنّف سے یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے:

(تَفْعَلُ الْمَرْأَةُ فِی الصَّلٰوۃِ کَمَا یَفْعَلُ الرَّجُلُ) ۳۷

''عورت نماز میں اُسی طرح کرے جیسے مرد کرتا ہے۔''

یہ اثر اس بات کی تائید میں ہے کہ مرد عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں اور یہی قول صحیح احادیث کے موافق ہے۔

---

۳۵ مصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰، السنن الکبریٰ البیہقی ۲/۲۲۲
۳۶ مصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۳۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان
۳۷ صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ للالبانی ص ۱۷۰

ں سے چپکالے،اوراپنے سرین اوپر نہ اٹھائے،اوراعضاءکواس طرح دورنہ رکھے جیسے مرد
رکھتے ہیں۔۳۵؎

حدیث کا جواب:

یہ ایک تابعی کا اثر ہے جو کہ صحیح مرفوع حدیث کے مقابلے میں قابلِ حجّت نہیں، کیونکہ
ع حدیث کو تو وحی (خفی) کہا جاتا ہے لیکن تابعی یا صحابی کے اپنے قول کو وحی نہیں کہا جاسکتا۔
اگر حضرت ابراہیم نخعی کا قول یا عمل حجّت ہے تو پھر ہر تابعی کا قول حجّت ہونا چاہیئے۔اور
ت آپ لوگ خود بھی نہیں مانتے، پس حضرت ابراہیم نخعی رحمہٗ اللہ کا قول بھی آپ کے لیئے
نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہٗ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ اسکے خلاف
اثر مروی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

(تَقْعُدُ الْمَرْأَةُ فِی الصَّلٰوةِ کَمَا يَقْعُدُ الرَّجُلُ)۳۶؎

''عورت نماز میں اس طرح بیٹھے جیسے مرد بیٹھتا ہے۔''

اورعلّامہ محمد ناصرالدین البانی رحمہٗ اللہ نے اپنی کتاب صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ میں
ت سے یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے:

(تَفْعَلُ الْمَرْأَةُ فِی الصَّلٰوةِ کَمَا يَفْعَلُ الرَّجُلُ)۳۷؎

''عورت نماز میں اُسی طرح کرے جیسے مرد کرتا ہے۔''

یہ اثر اس بات کی تائید میں ہے کہ مرد عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں اور یہی قول صحیح
یث کے موافق ہے۔

مصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰، السنن الکبریٰ البیہقی ۲/۲۲۲
مصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۳۰۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان
صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ للالبانی ص ۱۷۰

تیسری بات یہ ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہٗ اللہ کا وہ اثر صحیح احادیث کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں یہ ہے کہ عورت سجدے کی حالت میں پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ چپکا لے۔لیکن نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ سجدے کی حالت میں اپنے پیٹ کو رانوں کے کسی حصے کے ساتھ نہیں لگاتے تھے،جیسا کہ پہلے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزر گیا ہے۔

اب غور کیجئے کہ ابراہیم نخعی رحمہٗ اللہ کا اثر جس سے ہمارے محترم دوست نے دلیل لی ہے۔حدیثِ رسول ﷺ کے بھی خلاف ہے۔اورابراہیم النخعی رحمہٗ اللہ کے خود اپنے اس قول کے بھی خلاف ہے جو کہ صحیح سند سے ثابت ہے۔پس ایسا اثرِ تابعی کیسے حُجّت ہوسکتا ہے؟

احناف کی چھٹی دلیل:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے۔۳۸؎

اہلِ حدیث کا جواب:

آپ کی یہ دلیل بھی قابلِ قبول نہیں کیونکہ یہ شرعی حُجّت نہیں ہے۔یہ امام مجاہد رحمہٗ اللہ کا اثر ہے۔کوئی اثرِ صحابی وتابعی، کسی مرفوع حدیث کے مقابلہ میں کیسے حُجّت ہوسکتا ہے؟ایک عالم کا قول جب صحیح مرفوع حدیث کے خلاف آجائے تو وہ ردّ کرنا چاہیئے نہ کہ صحیح حدیث کو چھوڑ کر اس قول کی تقلید کی جائے۔خواہ وہ عالم کتنا ہی بڑا ہو۔

وحی تو صرف نبی ﷺ پر نازل ہوتی تھی جس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں۔باقی ہر انسان سے غلطی ممکن ہے، پس جس سے غلطی ممکن ہو اس کا ہر قول یا فعل کیسے دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ یہ بھی واضح ہوجائے کہ یہ قول وفعل صحیح مرفوع احادیث کے خلاف

۳۸؎ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۵

ہے،جیسا کہ یہاں پر ہے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ سجدے میں اپنا پیٹ اپنی رانوں سے نہیں لگاتے تھےاور امت کوبھی یہ حکم دیا کہ ''جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں اسی طرح تم بھی نماز پڑھا کرو۔''اور یہ حکم جیسا مردوں کو ہے اُسی طرح عورتوں کو بھی ہے۔پس نبی کریم ﷺ کا حکم چھوڑ کر حضرت مجاہد رحمہٗ اللہ کے قول پر عمل کرنا کون سا انصاف ہے؟

دوسر بات یہ ہے کہ یہ روایت مجاہد رحمہٗ اللہ سے سنداً صحیح ثابت بھی نہیں ہے۔کیونکہ امام مجاہد رحمہٗ اللہ سے جس (لیث بن ابی سلیم) نے یہ روایت کی ہے۔وہ ضعیف ہے۔۳۹
پس یہ قول اگر مجاہد رحمہٗ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہوتا تب بھی قابلِ حجّت نہیں تھا،اور جب یہ سنداً صحیح بھی نہیں تو پھر کیسے حدیثِ مرفوع کے مقابلے میں قابلِ حجّت ہوسکتا ہے۔

احناف کی ساتویں دلیل:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسولُ اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں؟انھوں نے فرمایا:

''چارزانو بیٹھ کر،پھرانہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں''۔ ۴۰

اہلِ حدیث کا جواب:

یہ دلیل بھی باقی دلائل کی طرح قابلِ قبول نہیں کیونکہ یہ بھی سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔اس کی سند یوں ہے(ابو محمد البخاری،عن قبصۃ الطبری،عن زکریا بن یحییٰ النیسابوری،عن عبداللہ بن احمد بن خالد الرازی،عن ابی ثابت رزین بجیع البصری،عن ابراہیم بن مہدی،عن ابی الجواب الاخوص عن سفیان الثوری،عن ابی حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

اس کا راوی ابو محمد البخاری جس کا اصل نام عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری

۳۹میزان الاعتدال ج/۳ تہذیب التہذیب ۸/۶۱۶
۴۰جامع المسانید ا/۴۰۰

،جیسا کہ یہاں پر ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سجدے میں اپنا پیٹ اپنی رانوں سے نہیں تے تھے اور امامت کو بھی یہ حکم دیا کہ ''جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں اسی طرح تم بھی نماز پڑھا ِ'' اور یہ حکم جیسا مردوں کو ہے اُسی طرح عورتوں کو بھی ہے۔ پس نبی کریم ﷺ کا حکم چھوڑ ضرت مجاہد رحمہٗ اللہ کے قول پر عمل کرنا کون سا انصاف ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت مجاہد رحمہٗ اللہ سے سنداً صحیح ثابت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ مجاہد رحمہٗ اللہ سے جس (لیث بن ابی سلیم) نے یہ روایت کی ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ ۳۹

یہ قول اگر مجاہد رحمہٗ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہوتا تب بھی قابلِ حجّت نہیں تھا، اور جب داً صحیح بھی نہیں تو پھر کیسے حدیثِ مرفوع کے مقابلے میں قابلِ حجّت ہوسکتا ہے۔

ف کی ساتویں دلیل:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسولُ اللہ ﷺ کے زمانے میں یں کیسے نماز پڑھتی تھیں؟ انھوں نے فرمایا:

''چار زانو بیٹھ کر، پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں''۔ ۴۰

حدیث کا جواب:

یہ دلیل بھی باقی دلائل کی طرح قابلِ قبول نہیں کیونکہ یہ بھی سند کے لحاظ سے ضعیف ۔اس کی سند یوں ہے (ابو محمد البخاری، عن قبصۃ الطبری، عن زکریا بن یحییٰ النیسابوری، عن اللہ بن احمد بن خالد الرازی، عن ابی ثابت رزین تجیج البصری، عن ابراہیم بن مہدی، عن ابی ب الاخوص عن سفیان الثوری، عن ابی حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

اس کا راوی ابو محمد البخاری جس کا اصل نام عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری

یزان الاعتدال ج/۳ تہذیب التہذیب ۸/ ٦١٦
امع المسانید ا/۴۰۰

ہے۔ استاذ کے لقب سے معروف ہے اور اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ امام ابن الجوزی نے کہا ہے کہ امام ابو سعید الرواس نے اس کے متعلق کہا ہے کہ متّہم بوضع الحدیث (اس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام) ہے۔ امام احمد السلیمانی کہتے ہیں کہ وہ ایک حدیث کی سند دوسری سند کے متن کے ساتھ اور کسی اور سند والا متن کسی اور سند کے ساتھ لگا دیا کرتا تھا اور یہ بھی حدیث گھڑنے کا ہی ایک طریقہ ہے۔

امام ابوزرعہ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ امام حاکم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ عجیب عجیب کارناموں والا ہے یا عجیب و غریب حدیثوں کو بیان کرنے والا ہے۔ اور وہ بھی ثقہ راویوں سے، یعنی ثقہ رواۃ کی طرف عجیب عجیب روایات منسوب کرتا تھا۔ امام خطیب بغدادی کہتے ہیں:

(لَا یُحْتَجُّ بِهٖ) ۴۱ ''یہ قابلِ حجّت نہیں ہے۔''

اسی طرح دیگر محدّثین و ائمہ فنُّ الرّجال نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اور اس سند کے کچھ اور راوی بھی ضعفاء اور مجہولین ہیں۔ ۴۲

پس یہ روایت بھی قابلِ حجّت نہیں ہے، کیونکہ یہ انتہائی ضعیف ہے اور اس کی سند میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

احناف کی آٹھویں دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''تسبیح مردوں کے لیئے ہے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پُشت دوسرے کی ہتھیلی پر مارنا) عورتوں کے لیئے ہے۔'' ۴۳

۴۱ دیکھیئے: میزان الاعتدال ۲/ ۴۹۶، لسان المیزان ۳/ ۳۴۸
۴۲ فتاویٰ الدین الخالص ۴/ ۸۶ للشیخ امین اللہ حفظہٗ اللہ تعالیٰ۔
۴۳ بخاری ا/۱۶۰، مسلم ا/۱۷۵، ترمذی ا/۹۵

اہلِ حدیث کا جواب:

مسلمان کی شان یہ ہوتی ہے کہ جب اسے اللہ کے نبی ﷺ کا قول صحیح واسطے کے ساتھ پہنچے تو وہ فوراً اُس پر ایمان رکھتے ہوئے عمل شروع کر لیتا ہے۔الحمد للہ ہم اہلِ حدیث کہلاتے ہوئے کسی حدیثِ صحیح کو ردّ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔یہ حدیث سنداً بالکل صحیح ہے اوراس بات کی صریح دلیل ہے کہ اگر نماز میں کوئی مسئلہ پیش آ جائے جس کی کسی کو اطلاع دینی ضروری ہو جیسے امام بھول جائے تو مرد **سُبْحَانَ اللّٰہ** کہےاور عورت اپنی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پُشت پر مارے تا کہ امام کو اطلاع ہو جائے کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی۔اللہ کے فضل اور اسی کی توفیق سے ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور تمام اہلِ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر امام بھول جائے تو مرد اُسے اطلاع دینے کے لیئے **سُبْحَانَ اللّٰہ** کہےاور عورت ہاتھ پر ہاتھ مارےاور یہ بات میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جہاں عورت اور مرد کے درمیان کسی عبادت میں شریعت نے تفریق کی ہے تو وہاں تفریق کرنا چاہیئے،لیکن جہاں تفریق کی کوئی صحیح دلیل شریعت سے ثابت نہ ہو وہاں پر اپنی طرف سے فرق کرنا یا علماء کے قول کو اور ضعیف وموضوع روایات کو بنیاد بنا کر فرق کرنا جائز نہیں۔پس یہاں پر جو حدیث محترم نے پیش کی ہے یہ سنداً صحیح ہے اور جو مسئلہ اس سے ثابت ہوتا ہے اس پر ہم عمل بھی کرتے ہیں،لیکن اس سے ارکان وافعالِ نماز میں عورتوں اور مردوں کے درمیان فرق کرنا ثابت نہیں ہوتا جو شریعت نے عام رکھا ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ نماز کی ہیئت اور طریقہ میں مرد وعورت کے درمیان کوئی فرق نہیں اور یہ تسبیح اور تصفیق تو ایک اضافی چیز ہے،جو نماز کی اصل ہیئت نہیں ہےاور ہمارا زیرِ بحث مسئلہ تو یہ ہے کہ نماز کی اصل شکل وصورت اور ہیئت وکیفیّت میں عورتوں اور مردوں کے درمیان فرق نہیں اور جہاں فرق صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے ہم اس کو ماننے کے لیئے تیار ہیں (**وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى تَوْفِيْقِهٖ**)اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ اندھی وجامد تقلید کی رسی میں جو لوگ جکڑے ہوئے ہیں وہ اتبّاعِ سنّت سے محروم رہتے ہیں،یہی مسئلہ لے لیں کہ نماز کی کیفیّت میں

حدیث کا جواب:

مسلمان کی شان یہ ہوتی ہے کہ جب اسے اللہ کے نبی ﷺ کا قول صحیح واسطے کے
ہ پہنچے تو وہ فوراً اُس پر ایمان رکھتے ہوئے عمل شروع کر لیتا ہے۔ الحمد للہ ہم اہلِ حدیث
اتے ہوئے کسی حدیثِ صحیح کو ردّ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ یہ حدیث سنداً بالکل صحیح ہے
س بات کی صریح دلیل ہے کہ اگر نماز میں کوئی مسئلہ پیش آجائے جس کی کسی کو اطلاع دینی
ری ہو جیسے امام بھول جائے تو مرد سُبْحَانَ اللّٰہ کہے اور عورت اپنی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی
پر مارے تاکہ امام کو اطلاع ہو جائے کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی۔ اللہ کے فضل اور اسی کی
ن سے ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور تمام اہلِ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر امام بھول
ئے تو مرد اُسے اطلاع دینے کے لیئے سُبْحَانَ اللّٰہ کہے اور عورت ہاتھ پر ہاتھ مارے اور
ت میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جہاں عورت اور مرد کے درمیان کسی عبادت میں شریعت
نفریق کی ہے تو وہاں تفریق کرنا چاہیئے، لیکن جہاں تفریق کی کوئی صحیح دلیل شریعت سے
ت نہ ہو وہاں پر اپنی طرف سے فرق کرنا یا علماء کے قول کو اور ضعیف وموضوع روایات کو بنیاد
ر فرق کرنا جائز نہیں۔ پس یہاں پر جو حدیث محترم نے پیش کی ہے یہ سنداً صحیح ہے اور جو
ہ اس سے ثابت ہوتا ہے اس پر ہم عمل بھی کرتے ہیں، لیکن اس سے ارکان وافعالِ نماز میں
ؤں اور مردوں کے درمیان فرق کرنا ثابت نہیں ہوتا جو شریعت نے عام رکھا ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ نماز کی ہیئت اور طریقہ میں مرد وعورت کے درمیان کوئی فرق
ں اور یہ تسبیح اور تصفیق تو ایک اضافی چیز ہے، جو نماز کی اصل ہیئت نہیں ہے اور ہمارا زیرِ بحث
ہ تو یہ ہے کہ نماز کی اصل شکل وصورت اور ہیئت وکیفیّت میں عورتوں اور مردوں کے درمیان
ں نہیں اور جہاں فرق صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے ہم اس کو ماننے کے لیئے تیار ہیں (وَلِلّٰہِ
ـمْدُ عَلٰی تَوْفِیْقِہٖ) اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ اندھی وجامد تقلید کی رسی میں جو لوگ
ے ہوئے ہیں وہ اتباعِ سنّت سے محروم رہتے ہیں، یہی مسئلہ لے لیں کہ نماز کی کیفیّت میں

اللہ کے نبی ﷺ سے کسی معتمد سند کے ساتھ مرد وعورت کے لیئے کوئی فرق ثابت نہیں مگر مقلّدین اس میں فرق کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے بعض کے ائمہ نے ایسا ہی کہا ہے۔ لیکن یہاں پر حدیث صحیح ہے، اسے مانتے ہوئے لیکن اپنے غلط خیال کو تقویت دینے کے لیئے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ جو مسئلہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے خود اس کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ یہ حدیث صاف بتاتی ہے کہ امام بھولے تو مقتدی مرد سُبْحَانَ اللّٰہ کہے، لیکن حنفی مذہب کے بعض مقلّدین سُبْحَانَ اللّٰہ کی جگہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہیں۔ جو اس حدیث کی مخالفت ہے۔ (فَإِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی)

احناف کی نویں دلیل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا:
''بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔''[۴۴]

اہلِ حدیث کا جواب:

پہلے بھی کئی دفعہ گزارش کر چکا ہوں کہ ہمیں کسی بھی مسئلے میں صحیح صریح حدیث ملے تو ہم اس کو اپنا مذہب سمجھتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ خواہ ہمارے کسی استاد یا عالم کی بات اس حدیث کے خلاف بھی کیوں نہ ہو پھر بھی ہم حدیث کو لیں گے اور اپنے عالم کا قول چھوڑ دیں گے۔ یہ ہمارا ایمانی تقاضا ہے۔ چونکہ جو حدیث آپ نے پیش کی ہے یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مرد وعورت کے لباس میں فرق ہے۔ عورت بغیر اوڑھنی کے نماز نہیں پڑھے گی اور اگر مرد ننگے سر نماز پڑھ لے تو نماز درست ہے، کیونکہ اس میں جو حکم آیا ہے کہ بغیر اوڑھنی کے نماز قبول نہیں ہوتی صرف بالغہ عورت کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے، لیکن اس سے یہ دلیل لینا کہ عورت کی نماز کی کیفیّت اور ہیئت بھی مردوں سے الگ ہے یہ غلط ہے، کیونکہ لباس نماز کی کیفیّت سے الگ ایک اضافی چیز ہے جو نماز کے لیئے شرط ہے۔

۴۴ ابوداؤد ۱/۹۶، ترمذی ۱/۸۶۔

جس طرح اس پر یہ صحیح حدیث پیش کی گئی مرد وعورت کے ''لباس'' میں فرق کی واضح دلیل ہے، اسی طرح نماز کی کیفیت میں فرق کی واضح اور صحیح دلیل پیش کی جائے تو ہم ماننے کے لیئے ہر وقت تیار ہیں۔ چونکہ جو دلائل آپ حضرات پیش کرتے ہیں ان میں سے جو صریح ہیں وہ تو من گھڑت یا ضعیف ہیں اور جو صحیح ہیں ان سے مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیئے ہم آپ کا یہ مسئلہ (مرد وعورت کی نماز میں فرق) تسلیم نہیں کرتے۔ اور دوسری طرف اللہ کے نبی ﷺ کا حکم عام ہے کہ ''میری نماز کی طرح نماز پڑھا کرو'' جس میں مرد وعورت سب شامل ہیں۔

③ ہاتھ باندھنے میں فرق

احناف کی دلیل:

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہٗ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رہا ہاتھ باندھنے کا معاملہ، عورت کے حق میں تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کے لیئے سنّت سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔'' [۴۵]

اہلِ حدیث کا جواب:

علاّمہ عبدالحئی لکھنوی کا قول دلیلِ شرع نہیں کیونکہ وہ معصوم عن الخطاء نہیں تھے۔ نہ اُن پر وحی نازل ہوتی تھی۔ لہٰذا ان کا قول دلیل میں پیش کرنا صرف اور صرف اپنی تحریر کو طول دینے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جیسا عورتوں کے لیئے سینے پر ہاتھ باندھنا مسنون ہے اسی طرح مردوں کے لیئے بھی سینے پر ہاتھ باندھنا مسنون ہے، کیونکہ فرق کی کوئی صحیح دلیل نہیں۔ اور عورتوں کے لیئے سینے پر ہاتھ رکھنے کے بارے میں تمام فقہاء کا تو اتفاق نہیں ہے، البتہ اگر صرف حنفی مسلک کے فقہاء کا اتفاق کہا جائے تو درست ہوگا۔ کیونکہ مالکی مسلک کے بعض

[۴۵] السعایۃ ۲/۱۵۶

جس طرح اس پر یہ صحیح حدیث پیش کی گئی مرد وعورت کے ''لباس'' میں فرق کی واضح
ں ہے، اسی طرح نماز کی کیفیّت میں فرق کی واضح اور صحیح دلیل پیش کی جائے تو ہم ماننے کے
ہر وقت تیار ہیں۔ چونکہ جو دلائل آپ حضرات پیش کرتے ہیں ان میں سے جو صریح ہیں وہ
ن گھڑت یا ضعیف ہیں اور جو صحیح ہیں ان سے مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیئے ہم آپ کا یہ
۔(مرد وعورت کی نماز میں فرق) تسلیم نہیں کرتے۔ اور دوسری طرف اللہ کے نبی ﷺ کا
عام ہے کہ ''میری نماز کی طرح نماز پڑھا کرو'' جس میں مرد وعورت سب شامل ہیں۔

❸ ہاتھ باندھنے میں فرق

ناف کی دلیل:

حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رہا ہاتھ باندھنے کا
لہ، عورت کے حق میں تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کے لیئے سنّت سینے پر ہاتھ باندھنا
ے'' ۴۵؎

حدیث کا جواب:

علاّمہ عبدالحیٔ لکھنوی کا قول دلیلِ شرع نہیں کیونکہ وہ معصوم عن الخطاء نہیں تھے۔ نہ اُن
ں نازل ہوتی تھی۔ لہٰذا ان کا قول دلیل میں پیش کرنا صرف اور صرف اپنی تحریر کو طول دینے
سوا کچھ بھی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جیسا عورتوں کے لیئے سینے پر ہاتھ باندھنا مسنون ہے اسی
ح مردوں کے لیئے بھی سینے پر ہاتھ باندھنا مسنون ہے، کیونکہ فرق کی کوئی صحیح دلیل نہیں۔
ورتوں کے لیئے سینے پر ہاتھ رکھنے کے بارے میں تمام فقہاء کا تو اتفاق نہیں ہے، البتہ
رف حنفی مسلک کے فقہاء کا اتفاق کہا جائے تو درست ہوگا۔ کیونکہ مالکی مسلک کے بعض

سعایۃ ۲/۱۵۶

فقہاء تو ان کے لیئے بھی اِرسال (ہاتھ لٹکتے چھوڑنے) کے قائل ہیں تو پھر تمام فقہاء کا اتفاق کیسے ہوا؟ بہر حال نماز میں مرد وعورت سب کو ہاتھ سینے پر باندھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہی اللہ کے نبی ﷺ سے ثابت ہے اور اس میں عورت و مرد کی تفریق پر کوئی صحیح دلیل وارد نہیں ہوئی ہے۔

❹ جلسہ وسجدہ میں فرق

احناف کی دلیل:

امام ابوزید قیروانی مالکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت نماز کی ہیئت وکیفیّت میں مرد ہی کی طرح ہے الاّ یہ کہ عورت اپنے آپ کو ملا سمٹا کر رکھے گی، اپنی رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی۔ پس عورت اپنے جلسہ اور سجدہ دونوں میں خوب ملی ہوئی اور سمٹی ہوئی ہوگی۔ ۴۶؎

اہلِ حدیث کا جواب:

جیسا کہ پہلے کئی دفعہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا حکم عام ہے جس میں مرد وعورت سب کو یہ فرمایا گیا ہے کہ میری نماز کی طرح نماز پڑھا کرو۔ پس نبی کریم ﷺ کا ایک عام حکم کسی عالم کے قول یا فتوے سے کسی کے ساتھ مختص نہیں ہوجاتا جب تک اس کی تخصیص کے لیئے نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث یا آیتِ قرانی نہ آئے۔ لہٰذا اس مسئلے کو ثابت کرنے کے لیئے ایسے دلائل جو آپ نے پیش کیئے ہیں کافی نہیں کیونکہ ان میں جو مرفوع ہیں وہ من گھڑت اور ضعیف ہیں اور کچھ جو علماء کے اقوال ہیں وہ نبی ﷺ کے کسی عام حکم کے مخصِّص نہیں بن سکتے، بلکہ نبی ﷺ کا حکم اسی طرح عام ہے، مرد وعورت سب اس میں شامل ہیں۔

جس طرح پہلے بھی میں نے گزارش کی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے تمام امت کے لیئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور آپ ﷺ کی زندگی کو سب کے لیئے نمونہ قرار دیا

۴۶؎ الرسالہ۔ بحوالہ نصب العمود صفحہ ۵۰

ہے، پس تمام امت کیلئے اپنی عبادات کا طریقہ ایجاد کرنا یا کسی عام حکم کی تخصیص کرنا کسی بھی امتی کے لیئے جائز نہیں ہے۔

پس مرد و عورت کے لیئے طریقۂ عبادت صرف وہی قابلِ قبول ہوگا جس پر قرآن وسنّت سے کوئی دلیل ہو اور جہاں پر دلیل نہ ہو وہاں کوئی فرق قابلِ قبول نہیں ہے۔

احناف:

اگر یہ احادیث آپ کے نزدیک ضعیف ہیں تو انھیں ضعیف ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں:

یا تو قولِ رسولُ اللہ ﷺ ہو یا کسی امام کا قول: تقلید اور غیرِ رسول کا قول تو آپ کے نزدیک معتبر نہیں اس لیئے پہلی صورت آپ کے نزدیک معتبر ہوئی، لہٰذا ان حدیثوں کے ضُعف کے لیئے صریح صحیح، چلیئے ضعیف حدیث ہی لے آیئے۔

اہلِ حدیث:

محترم! گزارش یہ ہے کہ احادیث کا ضُعف اور صحت اُن کی سند پر مبنی ہے۔ اگر کسی کی سند نہ ہو تو وہ حدیث بے بنیاد ہوگی، کیونکہ حدیث اس وقت تک بیان کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہیئے جب اس کی مکمل تحقیق ہو جائے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ نے کہی ہے۔ پھر اسے کس نے ہم تک پہنچایا ہے؟ اس نے کس سے سنی تھی، جب تک یہ سلسلہ آخر تک نہ پہنچ جائے اس وقت تک تحقیق مکمل نہیں۔ پھر پہنچانے والوں کی تحقیق کرنی چاہیئے کہ یہ سچے تھے یا جھوٹے؟ دیندار تھے یا بے دین؟ بات یاد رکھنے والے تھے یا بھولنے والے؟

قرآن کی تعلیم بھی یہی ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی خبر پہنچے تو اس کی تحقیق کرلو۔[۴۷]

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

---

۴۷ دیکھیئے: سورۃ الحجرات، آیت:۶

۴۸ صحیح مسلم بحوالہ صحیح الجامع الصغیر: ۴۴۸۲ وسلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۲۰۲۵

،پس تمام امت کیلیئے اپنی عبادات کا طریقہ ایجاد کرنا یا کسی عام حکم کی تخصیص کرنا کسی بھی امتی لیئے جائز نہیں ہے۔

پس مرد و عورت کے لیئے طریقۂ عبادت صرف وہی قابلِ قبول ہوگا جس پر قرآن ت سے کوئی دلیل ہو اور جہاں پر دلیل نہ ہو وہاں کوئی فرق قابلِ قبول نہیں ہے۔

اف:

اگر یہ احادیث آپ کے نزدیک ضعیف ہیں تو اِنھیں ضعیف ثابت کرنے کے ریقے ہیں:

یا تو قولِ رسولُ اللہ ﷺ ہو یا کسی امام کا قول: تقلید اور غیرِ رسول کا قول تو آپ کے یک معتبر نہیں اس لیئے پہلی صورت آپ کے نزدیک معتبر ہوئی، لہٰذا ان حدیثوں کے ضُعف لیئے صریح صحیح، چلیئے ضعیف حدیث ہی لے آیئے۔

حدیث:

محترم! گزارش یہ ہے کہ احادیث کا ضُعف اور صحت اُن کی سند پر مبنی ہے۔ اگر کسی کی نہ ہو تو وہ حدیث بے بنیاد ہوگی، کیونکہ حدیث اس وقت تک بیان کرنا اور اس پر عمل کرنا یئے جب اس کی مکمل تحقیق ہو جائے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ نے کہی ہے۔ پھر اسے کس ہم تک پہنچایا ہے؟ اس نے کس سے سنی تھی، جب تک یہ سلسلہ آخر تک نہ پہنچ جائے اس ، تک تحقیق مکمل نہیں۔ پھر پہنچانے والوں کی تحقیق کرنی چاہیئے کہ یہ سچے تھے یا ٹے؟ دیندار تھے یا بے دین؟ بات یاد رکھنے والے تھے یا بھولنے والے؟

قرآن کی تعلیم بھی یہی ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی خبر پہنچے تو اس کی تحقیق کرلو۔[۴۷]

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

یکھیئے: سورۃ الحجرات، آیت: ۶

ح مسلم بحوالہ صحیح الجامع الصغیر: ۴۴۸۲ و سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۲۰۲۵

((كَفىٰ بِالْمَرْءِ كَذِباً اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ))[۴۸]

”آدمی کے لیئے یہ جھوٹ کافی ہے کہ وہ ہر بات بیان کر دے جو اس نے سنی ہو۔“

یعنی تحقیق کیئے بغیر کوئی بات بیان کرے۔ پس جب تک کسی بات کی تحقیق مکمل نہ ہو اس وقت تک اس کو بیان نہیں کرنا چاہیئے۔ اور سب سے زیادہ تحقیق احادیثِ رسول ﷺ میں ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے دین کا حصہ ہیں۔ اور دینِ اسلام کے دشمنوں نے بھرپور کوشش کی ہے کہ دینِ اسلام کے حُلیہکو بگاڑنے کے لیئے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھیں لیکن ان کے جھوٹ کو سچی حدیثوں سے الگ کرنے کے لیئے اللہ نے ان محدِّثین کرام سے کام لیا ہے جنہیں آج ائمہ جرح و تعدیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ان ائمہ کا کسی راوی کے بارے میں جرح کرنا، اس کا حال بیان کرنا، ایک قسم کی گواہی ہے جسے ماننا ضروری ہے کیونکہ گواہ کی گواہی کو قبول کرنا اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہے۔ اور یہ تقلید نہیں ہے کیونکہ یہ محدِّثینِ کرام اپنا آنکھوں دیکھا حال (مشاہدہ) بیان کرتے ہیں۔ اگر ہم ہر قسم کی جرح کو قبول کرتے تو پھر اسے تقلید کہا جا سکتا ہے لیکن محدِّث کی کسی راوی کے بارے میں جرحِ مبہم کو ہم قبول نہیں کرتے جب تک اس کے ضُعف کی وجہ بیان نہ کرے۔ مثلاً کسی راوی میں جھوٹ بولنے کی عادت ہو یا اس کا حافظہ کمزور ہو، زیادہ بھولنے والا ہو یا فسق و فجور کی عادات رکھتا ہو یا تدلیس کرنے والا ہو وغیرہ وغیرہ۔

پس تمام اہلِ السنّت والجماعت اس بات پر متّفق ہیں کہ محدِّثین کا کسی راوی کے بارے میں ضعیف کہنا یا صحیح کہنا اس کے قابلِ حجّت ہونے یا نہ ہونے میں معتبر ہے۔ اگر آپ کے پاس حدیث کے ضُعف و صحت کو معلوم کرنے کے لیئے اور کوئی طریقہ ہو تو اس کی وضاحت کر دیں۔ اگر اور کوئی طریقہ نہیں بلکہ یہی طریقہ ہے جس پر اہلِ السنّت والجماعت کا اتفاق ہے تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا کہ مرد و عورت کے طریقۂ نماز میں کوئی فرق نہیں کیونکہ اس کے بارے میں قابلِ حُجّت دلیل اور نص نہیں ہے۔

صاحبِ تحریر کی بوکھلاہٹ کا پلندہ:

اگر غیر مقلّدین کے نزدیک مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر مندرجہ ذیل چیزوں کی عورتوں کو اجازت ملنی چاہیئے۔

۱۔ وہ اگر اپنی الگ مسجد بنانا چاہیں تو بنالیں۔

۲۔ اس میں وہ موَذّن، امام، خطیب بھی بنانا چاہیئے تو بنالیں۔

۳۔ انہیں آذان دینے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۴۔ اقامت کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۵۔ مردوں کی امامت کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۶۔ مردوں کی طرح عورت کو بھی آگے ہوکر امامت کرانی چاہیئے۔ درمیان میں کھڑے ہونے کی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔

۷۔ مردوں کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۸۔ اونچی آواز سے قراءت اور اونچی آواز سے آمین کہنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۹۔ انہیں بھی ننگے سر نماز پڑھنے، نیز کہنیاں اور ٹخنے کھول کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ ان کے لیئے بھی جماعت میں شرکت ضروری ہونی چاہیئے۔

۱۱۔ ان پر بھی جمعہ کی نماز واجب ہونی چاہیئے۔

لیکن غیر مقلّدین حضرات عورتوں کو ان امور کی اجازت نہیں دیتے، بلکہ مرد وعورت میں فرق کرتے ہیں۔ ہمیں بتلایا جائے کہ ان امور میں فرق کرنا مداخلت فی الدّین نہیں تو فقہاء نے جن امور میں فرق بیان کیا ہے، اُن میں فرق کرنا مداخلت فی الدّین کیوں ہے؟

حب تحریر کی بوکھلاہٹ کا پلندہ:

اگر غیر مقلّدین کے نزدیک مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر مندرجہ
ہ چیزوں کی عورتوں کو اجازت ملنی چاہیئے۔

وہ اگر اپنی الگ مسجد بنانا چاہیں تو بنالیں۔

اس میں وہ مؤذّن، امام، خطیب بھی بنانا چاہیئے تو بنالیں۔

انہیں آذان دینے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

اقامت کی اجازت ہونی چاہیئے۔

مردوں کی امامت کی اجازت ہونی چاہیئے۔

مردوں کی طرح عورت کو بھی آگے ہوکر امامت کرانی چاہیئے۔ درمیان میں کھڑے
نے کی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔

مردوں کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

اونچی آواز سے قراءت اور اونچی آواز سے آمین کہنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

انہیں بھی ننگے سر نماز پڑھنے، نیز کہنیاں اور ٹخنے کھول کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی
یئے۔

ان کے لیئے بھی جماعت میں شرکت ضروری ہونی چاہیئے۔

ان پر بھی جمعہ کی نماز واجب ہونی چاہیئے۔

لیکن غیر مقلّدین حضرات عورتوں کو ان امور کی اجازت نہیں دیتے، بلکہ مرد وعورت فرق کرتے ہیں۔ ہمیں بتلایا جائے کہ ان امور میں فرق کرنا مداخلت فی الدّین نہیں تو فقہاء جن امور میں فرق بیان کیا ہے، اُن میں فرق کرنا مداخلت فی الدّین کیوں ہے؟

اہلِ حدیث کے ⑪ جواباب:

ہمارے نزدیک مرد وعورت کی نماز کی ہیئت، کیفیّت اور طریقۂ ادا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور (بوکھلاہٹ کے نتیجہ میں موضوع سے غیر متعلقہ) جو اعتراضات آپ نے تحریر کیئے ہیں ان کا ترتیب وار جواب اور حقیقت ملاحظہ ہو:

① آپ نے عورتوں کے لیئے الگ مسجد بنانے کو کہا ہے حالانکہ عورتوں کی نماز مسجد کی بجائے گھر میں زیادہ افضل ہے، بخلاف مردوں کے کہ اُن کے لیئے مسجد میں آنا ضروری ہے۔ اب یہ فرق ہم اپنی طرف سے نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے یہ فرق بیان کیا ہے جیسا کہ پہلے میں نے صحیح مسلم اور ابوداؤد کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ پس یہ مداخلت فی الدّین نہیں، مداخلت فی الدّین تب ہوتی جب ہم اپنی طرف سے فرق بنا دیتے، بغیر کسی دلیلِ شرعی کے۔ ہاں اگر عورتیں کسی محفوظ جگہ گھروں میں آپس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا چاہیں تو اس کی اجازت شریعت نے دی ہے۔ جیسا کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث روایت کی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان کے لیئے ایک مؤذّن مقرر کیا تھا جو ان کے لیئے آذان کہا کرے اور ان کو حکم دیا تھا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کرایا کریں۔ (۴۹) ایک راویٔ حدیث عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے وہ مؤذّن دیکھا ہے، وہ ایک بہت ہی بوڑھا شخص تھا۔

علاّمہ نیموی حنفی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

(اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ) ''اسکی سند حسن درجہ کی ہے۔'' ۵۰

پس معلوم ہوا کہ عورتیں الگ سے کسی گھر میں جماعت کرا سکتی ہیں۔

② اس میں مؤذن بوڑھا رکھا جائے گا۔ جیسا کہ مذکورہ حدیث میں بیان ہوا ہے بشرطیکہ یہ بوڑھا اُسی گھر کا فرد ہو کیونکہ وہ بوڑھا مؤذّن حضرت امّ ورقہ رضی اللہ عنہا کا غلام تھا، جیسا کہ

۴۹ سنن ابی داؤد، باب امامۃ النسآء: ۱/۲۰۲

۵۰ دیکھیئے اثار السنن ص ۱۶۴

نصب الرایہ وغیرہ کی روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے اور خطیب تو جمعہ پڑھانے کے لیئے ہوتا ہے پس جمعہ کی نماز عورتوں پر فرض نہیں ،جیسا کہ آ گے (نمبر فقرہ ۱۱) کے جواب سے معلوم ہو جائے گا۔اگر جمعہ پڑھنے کے لیئے عورتیں جانا چاہیں تو جامع مسجد کا جو خطیب ہوگا اس کا خطبہ سن کر اسی کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔پس ان کے لیئے الگ خطیب کی ضرورت ہی نہیں۔

③④ مذکورہ حدیث سے واضح ہوا کہ عورتوں کے لیئے نبی کریم ﷺ نے بوڑھا شخص مؤذّن مقرر کیا لیکن ان کو خود آذان کہنے کا حکم نہیں دیا۔ہاں اگر کوئی عورت عورتوں کی مخصوص جماعت کے لیئے آذان و اقامت کہہ دے تو اس کا بھی جواز ہے۔جیسا کہ امام عطاء بن ابی رباح رحمۂ اللہ وغیرہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ وہ عورتوں کی جماعت کراتیں اور آذان و اقامت بھی کہتی تھیں۔[۱۵]

⑤ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی امامت کی اجازت ہونی چاہیئے۔یہ اجازت نبی کریم ﷺ نے ہی نہیں دی۔صرف عورتوں کو مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، پس ہمیں یہ اختیار نہیں کہ ہم عورتوں کو مردوں کے لیئے امام بنا دیں۔

⑥ آپ کا یہ کہنا کہ مردوں کی طرح عورت کو بھی آگے ہوکر امامت کرانی چاہیئے۔پیارے بھائی! اللہ سے ڈریں، یہ تو آپ نبی ﷺ پر اعتراض کر رہے ہیں، کیونکہ یہ تو نبی ﷺ کا حکم ہے کہ مرد امام آگے کھڑا ہوگا، لیکن عورت عورتوں کی امامت کراتے وقت صف کے درمیان میں کھڑی ہو۔اب آپ یہ کہنے کی جرأت کیسے کر سکتے ہیں کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ عورت کو امامت کراتے وقت آگے کھڑا ہونا چاہیئے۔

⑦ آپ کا یہ کہنا کہ عورت کو جماعت میں مردوں کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھنی چاہیئے۔یہ بھی اللہ کے نبی ﷺ کے حکم پر اعتراض کرنا ہے۔کیونکہ یہ حکم آپ ﷺ کا ہے کہ

---

[۱۵] نصب الرایہ ص ۳۰

ب الرایہ وغیرہ کی روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے اور خطیب تو جمعہ پڑھانے کے
ہوتا ہے پس جمعہ کی نماز عورتوں پر فرض نہیں، جیسا کہ آگے (نمبر فقرہ ۱۱) کے جواب سے
م ہو جائے گا۔ اگر جمعہ پڑھنے کے لیۓ عورتیں جانا چاہیں تو جامع مسجد کا جو خطیب ہوگا اس
طبہ سن کر اسی کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ پس ان کے لیۓ الگ خطیب کی ضرورت ہی نہیں۔

④ مذکورہ حدیث سے واضح ہوا کہ عورتوں کے لیۓ نبی کریم ﷺ نے بوڑھا شخص
ن مقرر کیا لیکن ان کو خود آذان کہنے کا حکم نہیں دیا۔ ہاں اگر کوئی عورت عورتوں کی مخصوص
ت کے لیۓ آذان و اقامت کہہ دے تو اس کا بھی جواز ہے۔ جیسا کہ امام عطاء بن ابی
ح رحمۂ اللہ وغیرہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ وہ عورتوں کی
ت کراتیں اور آذان و اقامت بھی کہتی تھیں۔ ۵۱

آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی امامت کی اجازت ہونی چاہیۓ۔ یہ
ت نبی کریم ﷺ نے ہی نہیں دی۔ صرف عورتوں کو مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی
ت دی ہے، پس ہمیں یہ اختیار نہیں کہ ہم عورتوں کو مردوں کے لیۓ امام بنا دیں۔

آپ کا یہ کہنا کہ مردوں کی طرح عورت کو بھی آگے ہوکر امامت کرانی
یۓ۔ پیارے بھائی! اللہ سے ڈریں، یہ تو آپ نبی ﷺ پر اعتراض کر رہے ہیں، کیونکہ یہ تو
ﷺ کا حکم ہے کہ مرد امام آگے کھڑا ہوگا، لیکن عورت عورتوں کی امامت کراتے وقت صف
درمیان میں کھڑی ہو۔ اب آپ یہ کہنے کی جرأت کیسے کر سکتے ہیں کہ ایسا نہیں کرنا چاہیۓ
ورت کو امامت کراتے وقت آگے کھڑا ہونا چاہیۓ۔

آپ کا یہ کہنا کہ عورت کو جماعت میں مردوں کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھنی
یۓ۔ یہ بھی اللہ کے نبی ﷺ کے حکم پر اعتراض کرنا ہے۔ کیونکہ یہ حکم آپ ﷺ کا ہے کہ

ﺼب الرایہ ص ۳۰

عورتوں کی صف بچوں کی صف سے پیچھے ہونی چاہیۓ۔ بلکہ عورت اگرچہ اکیلی ہی کیوں نہ ہو تب بھی اُسے مردوں کے ساتھ کھڑے ہونے کی اجازت اللہ کے نبی ﷺ نے نہیں دی۔ جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں وارد حدیث سے پتہ چلتا ہے۔

⑧ اونچی آواز سے قراءت اور آمین عورتوں کے لیۓ بھی جائز تو ہے لیکن جب ان کی الگ جماعت ہو۔ اس میں بھی ہم فرق نہیں کرتے۔

⑨ آپ نے جو یہ بات لکھی ہے کہ عورت کو بھی ننگے سر اور کہنیاں و ٹخنے کھول کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیۓ۔ اس بات پر خود آپ ذرہ غور کیجیۓ! یہ تو احادیثِ رسول ﷺ کا سراسر مقابلہ و انکار ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ ''بالغہ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں ہوتی۔''

اور ارشاد فرمایا ہے:

((اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ)) ۔۵۲ ''عورت (ساری کی ساری) ڈھانپنے والی چیز ہے۔''

اور کپڑوں کے بارے میں فرمایا کہ عورت اپنی آدھی پنڈلی سے ایک ذراع (بازو) کے برابر کپڑا نیچے رکھے، پس ان کے لیۓ ٹخنوں کا ڈھانپنا بھی ضروری ہے۔ ان واضح دلائل کے باوجود یہ کہنا کہ (عورت کو ننگے سر اور کہنیاں اور ٹخنے کھول کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیۓ) نبی ﷺ پر اعتراض نہیں تو اور کیا ہے؟

⑩ یہ کہنا بھی انصاف کے خلاف ہے کہ عورتوں کے لیۓ بھی جماعت میں شرکت ضروری ہونی چاہیۓ۔ کیونکہ پہلے حدیث ذکر ہوگئی ہے کہ عورت کی نماز گھر میں بہتر ہے۔ ہاں اگر فتنے کا خطرہ نہ ہو تو نماز پڑھنے کے لیۓ عورتیں مسجد بھی جا سکتی ہیں، لیکن باپردہ ہوکر، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عورت کے لیۓ مسجد آنے کی رخصت دی ہے، البتہ امر اور حکم نہیں دیا جیسا کہ مردوں

۵۲ ترمذی بحوالہ صحیح الجامع: ۶۶۹۰، ارواء الغلیل: ۲۷۳/۳ نیز دیکھیۓ مشکوٰۃ: ۳۱۰۹

کوحکم دیا ہے۔

⑪ آپ نے لکھا ہے کہ عورتوں پر جمعہ بھی واجب ہونا چاہیئے تو میرے محترم! یہ بھی اللہ کے نبی ﷺ پر آپ اعتراض کر رہے ہیں البتہ آپ کو یہ محسوس نہیں ہو رہا ہے، کیونکہ عورتوں کو جمعہ کی فرضیّت سے ہم نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ابوداؤد وغیرہ میں حضرت طارق ابن شہاب رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً عَبْداً مَمْلُوْكاً اَوِامْرَأَةً اَوْصَبِيّاً اَوْ مَرِيْضاً)) ۵۳؎

''جمعہ ہر مسلمان پر واجب ہے مگر غلام،عورت، بچے اور بیمار پر واجب نہیں۔''

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔۵۴؎

پس اس حدیث کی وجہ سے عورتیں جمعہ کی فرضیّت سے مستثنیٰ ہیں۔

مداخلت فی الدین:

آپ نے لکھا ہے کہ غیر مقلدّین ان امور میں عورت ومرد کے لیئے فرق کے قائل ہیں۔

ہاں جناب! ہم اس کے قائل ہیں اور یہ مداخلت فی الدّین اس لیئے نہیں ہے کہ اس تفریق پر صحیح احادیث سے دلائل موجود ہیں اور جس مسئلے میں تفریق کی کوئی صحیح دلیل نہیں تو وہاں

۵۳؎ صحیح سنن ابی داؤد:۹۷۸،دارقطنی ،بیہقی،المختارہ للضیاء، نیز دیکھیئے:مشکوٰۃ بتحقیق البانی:۱۳۷۷،ارواء الغلیل:۵۹۲،۵۹۳صحیح الجامع:۳۱۱۱،۳۱۱۳۔

۵۴؎ دیکھیئے:حوالہ جاتِ سابقہ

م دیا ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ عورتوں پر جمعہ بھی واجب ہونا چاہیئے تو میرے محترم! یہ بھی اللہ نبی ﷺ پر آپ اعتراض کر رہے ہیں البتہ آپ کو یہ محسوس نہیں ہو رہا ہے، کیونکہ عورتوں کو ی فرضیّت سے ہم نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ٰ قرار دیا ہے۔ ابوداؤد وغیرہ میں حضرت طارق ابن شہاب رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ ریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِىْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً عَبْداًمَمْلُوْكاً اَوِامْرَأَةً اَوْصَبِيّاً اَوْ مَرِيْضاً)) ۵۳

''جمعہ ہر مسلمان پر واجب ہے مگر غلام، عورت، بچے اور بیمار پر واجب نہیں۔''

حدیث کی سند صحیح ہے۔ ۵۴

اس حدیث کی وجہ سے عورتیں جمعہ کی فرضیّت سے مستثنیٰ ہیں۔

خلت فی الدین:

آپ نے لکھا ہے کہ غیر مقلّدین ان امور میں عورت و مرد کے لیئے فرق کے قائل

۔

ہاں جناب! ہم اس کے قائل ہیں اور یہ مداخلت فی الدّین اس لیئے نہیں ہے کہ اس یق پر صحیح احادیث سے دلائل موجود ہیں اور جس مسئلے میں تفریق کی کوئی صحیح دلیل نہیں تو وہاں

صحیح سنن ابی داؤد: ۹۷۸، دارقطنی، بیہقی، المختارہ للضیاء، نیز دیکھیئے: مشکوٰۃ بتحقیق البانی: ۱۳۷۷، ارواء ں: ۵۹۲، ۵۹۳، صحیح الجامع: ۳۱۱۱، ۳۱۱۳۔

دیکھیئے: حوالہ جاتِ سابقہ

ہم تفریق کے قائل بھی نہیں۔

اور آپ نے جن فقہاء کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے جن امور میں فرق کیا ہے یہ مداخلت فی الدّین کیوں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اُن امور میں تفریق کرنا جن میں شریعت لانے والے (حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ) نے تفریق نہیں کی، مداخلت فی الدّین اس وجہ سے ہے کہ دین آپ ﷺ کی زندگی میں مکمل ہوا ہے پس جو چیز اس وقت دین میں شامل نہیں تھی تو وہ اب بھی دین نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کو اگر دین میں داخل کیا جاتا ہے تو وہ مداخلت فی الدّین ہی ہوگی۔

تقلید نہیں اِتّباع:

اب آپ اپنی آخری بات کا جواب بھی سن لیجیئے۔ آپ نے لکھا ہے کہ غیر مقلّدین اس مسئلے میں ابن حزم الظاہری کی تقلید کرتے ہیں۔

سبحان اللہ! اس جامد و کورانہ یا اندھی تقلید کو تو اللہ کے فضل سے ہم جائز ہی نہیں سمجھتے۔ پھر وہ کام ہم کیسے کریں گے جسے ہم جائز ہی نہیں سمجھتے۔ جب ہم نے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اوزاعی اور امام اسحاق بن راھویہ وغیرہم (رحمۃ اللہ علیھم اجمعین) جیسے آئمہ کی تقلید کو چھوڑا تو پھر اُن کے بعد کے زمانے کے کسی عالم یا مجتہد کو ہم کیسے اُن آئمہ پر ترجیح دے کر اس کی تقلید شروع کریں گے؟ یہ تو ہم پر آپ کا محض ایک الزام ہے۔

اہلِ حدیث شروع سے اسی بات کے قائل ہیں کہ مرد و عورت کی نماز میں جو فرق صحیح احادیث سے ثابت ہے تو وہ فرق کرنا چاہیئے، لیکن جہاں فرق کی کوئی صحیح دلیل نہیں وہاں اپنی طرف سے فرق نہیں کرنا چاہیئے۔ امام ابن حزم ظاہری رحمہٗ اللہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ

اہلِ حدیث اسی کے قائل تھے جیسا کہ امام بخاری رحمہٗ اللہ اور دیگر اہلِ حدیث اس بات کے قائل تھے۔ حالانکہ یہ امام ابن حزم ظاہری سے پہلے گزرے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم تقلید نہیں کرتے بلکہ اتباعِ سنّت کرتے ہیں۔ اگر ہمیں صحیح حدیث کی دلیل سے آپ کوئی مسئلہ پیش کر دیں تو ہم اس کو بھی مان لیتے ہیں یا کوئی دوسرا عالم کسی مسئلے پر ہمارے سامنے دلیل پیش کر دے جبکہ دلیل صحیح ہو تو ہم اس کو بھی مانتے ہیں۔ ہم صرف دلیل کی اتباع و تابعداری کرتے ہیں۔ کسی کی بات بغیر دلیلِ شرعی کے نہیں مانتے۔ ہر مسلمان کے لیئے یہ ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنّت کے دلائل کی تابعداری کرے۔ اللہ ہم سب کو تعصّب سے بچا کر توحید وسنّت کی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

آخری گزارش:

تمام قارئینِ تحریر ہذا سے گزارش کرتا ہوں کہ میں ایک طالبِ علم کی حیثیت رکھتا ہوں، علمی قابلیّت بھی کچھ زیادہ نہیں۔ بس جتنی توفیق اللہ نے دی، اس کے مطابق میں نے اپنے بھائیوں اور بہنوں کے فائدے کے لیئے یہ کوشش کی کہ اس مسئلے میں دونوں طرف کے دلائل کی حقیقت واضح ہو جائے۔ اگر اس تحریر میں کسی قسم کی کوئی غلطی آپ کے سامنے آجائے تو اس کی نشان دہی کر کے مجھے اطلاع کیجئیے تا کہ اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ اور یہ تحریر صرف اصلاح کی نیّت سے لکھی ہے۔

﴿اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَمَاتَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیۡهِ تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡهِ اُنِیۡبُ۝﴾ (سورۃ الھود:۸۸)

حدیث اِسی کے قائل تھے جیسا کہ امام بخاری رحمہٗ اللہ اور دیگر اہلِ حدیث اس بات کے
ں تھے۔ حالانکہ یہ امام ابن حزم ظاہری سے پہلے گزرے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم تقلید نہیں کرتے بلکہ اتّباعِ سنّت کرتے ہیں۔ اگر ہمیں صحیح حدیث
لیل سے آپ کوئی مسئلہ پیش کر دیں تو ہم اس کو بھی مان لیتے ہیں یا کوئی دوسرا عالم کسی مسئلے پر
ے سامنے دلیل پیش کر دے جبکہ دلیل صحیح ہو تو ہم اس کو بھی مانتے ہیں۔ ہم صرف دلیل کی
ع و تابعداری کرتے ہیں۔ کسی کی بات بغیر دلیلِ شرعی کے نہیں مانتے۔ ہر مسلمان کے لیئے
روری ہے کہ وہ قرآن وسنّت کے دلائل کی تابعداری کرے۔ اللہ ہم سب کو تعصّب سے
رتوحید وسنّت کی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

ری گزارش:

تمام قارئینِ تحریر ہذا سے گزارش کرتا ہوں کہ میں ایک طالبِ علم کی حیثیت رکھتا
ں، علمی قابلیّت بھی کچھ زیادہ نہیں۔ بس جتنی توفیق اللہ نے دی، اس کے مطابق میں نے
ہ بھائیوں اور بہنوں کے فائدے کے لیئے یہ کوشش کی کہ اس مسئلے میں دونوں طرف کے
ں کی حقیقت واضح ہو جائے۔ اگر اس تحریر میں کسی قسم کی کوئی غلطی آپ کے سامنے آجائے تو
کی نشان دہی کر کے مجھے اطلاع کیجیئے تاکہ اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ اور یہ تحریر
ے اصلاح کی نیّت سے لکھی ہے۔

﴿اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَمَاتَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیۡہِ
تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡہِ اُنِیۡبُ۝﴾ (سورۃ الھود:۸۸)